رَفْعُ الْفَسَادِ فِيْ مَخْرَجِ الظَّاءِ وَالضَّادِ

ضاد کو ظاء پڑھنا بدعت ہے

تصنیفِ لطیف

حُضور فیض ملت مُفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی
محمد فیض احمد اویسی رضوی علیہ رحمۃ اللہ

Vist Uwaysi Books
www.faizahmedowaisi.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

تمھید

نمازمعراج المؤمنین ہے۔اس میں قرأۃ ایک اہم رُکن ہے اس کے فَساد سے نماز کاثواب توکیااُلٹا گلے میں عذاب۔اس لئے جب ایک رُکن رہ گیا تونماز گئی جب نمازنہ رہی تواُس نماز کی عدم ادائیگی (ادائیگی نہ کرنے) پراسی سال کا غوطہ جہنم نصیب ہوگااور جولوگ ضاد کے بجائے ظاءپڑھتے ہیں اُن کی باتفاقِ جملہ فُقہاءِاحناف وشوافع ومالکی وحنفی رحمہ اللہ نمازنہ ہوئی۔جیساکہ ہم آئندہ چل کرتَصریحات (صراحۃ) عرض کریں گے۔ان شاء اللّٰہ

اورفتنہ وہابیہ (غیرمقلدین) نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد کھڑا کیا اور ہم اہل سنت کی مخالفت میں دیوبندی فرقہ بھی بلا تحقیق وہابیوں (غیر مقلدین) کے ساتھ ہوگئےاور آج کل علمِ تجوید کی ٹھیکیداری اپنے کھاتے میں ڈالتے ہیں اور عوامِ اہلِ سنت کوتاثُّر دیتے ہیں کہ حُفَّاظ اور علماءِاہل سنت علمِ تجوید سے ناواقف ہیں اور ہم لوگ اس فن کے اصلی ٹھیکیدارہیں فلہٰذاضاد کو ظاءپڑھناعین اسلام ہے۔اس کا فیصلہ توفنِ تجوید کے قواعد وضوابط سے ہوگا جسے فقیر آئندہ چل کرعرض کرے گا۔لیکن ان کی دھوکہ دہی کاپردہ چاک اُس وقت ہوتاہے جب ہمارے حُجاج حَرَمینْ شَرِیْفَینْ سے واپس آکریقین دلاتے ہیں کہ مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے امام ضاد کوظاءنہیں پڑھتے بلکہ بدستور ضاد کی ادائیگی اسی طرح کرتے ہیں جس طرح ہم اہل سنت میں مُرَوَّج (رائج) ہے۔

فیصلہ: اگرچہ ہم نجدی اماموں کی ہربات کو دلیل نہیں سمجھتے لیکن یہ لوگ تواُن کی ہرغلط عقیدہ وغلط مسئلہ کو نصِ قرآنی کادرجہ دیتے ہیں پھر وہ ان کے اس رویہ سے کیوں چشم چراتے ہیں اورنہ صرف حَرَمینْ شَرِیْفَینْ کے اَئِمَّہ بلکہ عرب شریف اورمصرشریف ودیگرجملہ مُمالکِ اسلامیہ کے جملہ قُراء، حُفاظ وعلماءِ کرام اسی طرح پڑھتے ہیں جیسے ہم۔

اھلِ سنت: اگران وہابیوں، دیوبندیوں وغیرہم، کے پاس اپنے اس دعویٰ میں ممالک اسلامیہ کے قراءوحفاظ کی قرأۃ کی دلیل ہے تولائیں بشرطیکہ وہ حافظ و قاری ان سے متاثرنہ ہو۔

ھندوستان میں یہ بدعت غیرمقلدین وھابیہ کے میاں نذیر حسین کی سرپرستی میں ایجاد کی گئی

حقیقت یہ ہے کہ ایک بدعت سیۂ ہے جسے غیر مقلدین وہابیوں نے ایجاد کیااور دیوبندیوں اور وہابیوں نے پروان چڑھایا جس کا پس منظر یہ ہے کہ جہادِ آزادی ۱۸۵۷ء میں علماءِاسلام کی شہادت اوراَسیرِیْ (قیدوبند) کے بعد مفسدین نے موقع غنیمت سمجھ کر کئی فتنے کھڑے کر لئے۔مِنْ جُملہ ان فتنوں کے ایک فتنہ ضاد کو ظا کے مشابہ پڑھنے کا تھا جس کی سرپرستی اور پُشت پناہی مشہور غیر مقلد عالم مولانانذیر حسین دہلوی کررہے تھے۔قاری یوسف علی خان دہلوی اس فتنے کے بارے میں لکھتے ہیں قضائے الٰہی سے یہ اتفاق ہوا کہ ایک آفت عالمگیر شہر دہلی پر آئی غدر [1] ہندوستان پڑا۔ثمرہ اس کا یہ ہوا کہ بعد "غدر" کے شہر دہلی

[1] انگریزوں کے خلاف ہندوستانیوں کی ۱۸۵۷ء میں ہونے والی لڑائی جسے انگریزوں نے **غدر** قرار دیا۔

میں بلکہ دور دور تک کوئی قاری نہ رہا اُس وقت بعض مردم منتظرین نے یہ وقت پا کر یہ مسئلہ احداث (پیدا) کیا کہ ضاد کو بصوت ظا یا مشابہ اس کے (ظا یا اسکے مشابہ آواز سے) تلاوتِ قرآن میں حتیٰ کہ قرأتِ نماز میں پڑھو۔[2]

اس بدعت پر باقی ماندہ علماءِ دہلی چیخ اُٹھے اور ہر باشعور مسلمان اس سے آزردہ ونالاں (رنجیدہ) تھا علماءِ دہلی میں مفتی صدر الدین آزردہ[3] مولانا کریم اللہ، مولانا محمد شاہ، مولانا سدید الدین اور دیگر علماءِ کرام اس بدعت کو دفن کرنے میں پیش پیش تھے۔

چنانچہ قاری یوسف علی خان نے اس مسئلہ پر قلم اُٹھایا اور غالباً ہندوستان میں قاری صاحب موصوف پہلے شخص ہیں جنھوں نے اس موضوع پر اُردو میں ایک چوبیس صفحہ کا مختصر رسالہ لکھا جو تَحْقِيْقُ الْمُحَقِّقِيْنَ فِيْ رَفْعِ الشُّبْهَةِ عَنِ الْمُشْتَبِهِيْنِ اور تعاون علی البر والتقویٰ کے نام سے ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۸۲۱ھ میں مطبع ناصری دہلی میں چھپا۔ جس میں مصنف نے مسئلہ ضاد اور ظاء پر بڑی مُحَقِّقانَہ اور سیرِ حاصل بحث کی ہے اس رسالہ پر جلیل القدر عُلماء وقُراء کے دستخط اور مہریں ہیں۔

رسالہ کے آخر میں مصنف نے اپنے ایک مناظرہ کا ذکر کیا ہے جو مولانا نذیر حسین دہلوی کے ایماءِ (اشارے) پر ان کے شاگرد میاں امام الدین سے ہوا۔ اس کے علاوہ اُنہوں نے اپنی اس گفتگو کا ذکر بھی کیا جو مولوی حبیب اللہ مولف نزہتہ الناظرین سے مختلف اُوقات میں ہوئی۔ فقیر میاں امام الدین سے مناظرہ کی رُوئیداد اور مولوی حبیب اللہ سے گفتگو کو آسان زبان میں پیش کرتا ہے۔ نفسِ مسئلہ کی وضاحت کے لئے اصل کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔

دهلی کا تاریخی مناظره:

یوسف علی خان مرحوم فرماتے ہیں کہ مخفی نہ رہے کہ ہمارے اس فتویٰ پر دہلی کے تمام علماءِ کرام نے مہریں ثبت کی ہیں لیکن مولانا محمد نذیر حسین دہلوی نے مہر لگانے کے بجائے مولوی حبیب اللہ کا رسالہ نزہتہ الناظرین پڑھنے کے لئے دیا چنانچہ میں نے اس رسالہ کی ایسی تردید کی جس کا جواب آج تک نہ آیا اور نہ آئے گا (ان شاء اللہ تعالی) رفتہ رفتہ نوبت بایں جا رسید (یہاں تک نوبت پہنچی) کہ مولانا نذیر حسین دہلوی نے اپنے شاگرد میاں امام الدین ساکن دوجانہ سے مجھے مناظرہ کرنے کے لئے کہا میں مولانا کے مکان پر پہنچا تھوڑی دیر بعد خود بھی آئے اور میاں امام الدین کو بھی ساتھ لائے مُباحثہ شروع ہو گیا۔ نتیجہ سامنے نہ آنے کی وجہ سے یہ طے ہوا کہ مولانا مفتی صدر الدین دہلوی کے مکان پر مناظرہ ہو اور مفتی صاحب موصوف منصف ہوں۔ چنانچہ ۳ ربیع الثانی ۱۸۲۱ھ کو مفتی صاحب کے مکان پر اجتماع اور گفتگو ہوئی اور مجلس برخاست ہو گئی پھر دوسرے دن اجتماع ہوا جس میں طے ہوا کہ کل مفتی صاحب کے مکان پر اجتماع ہو گا اور ہم گفتگو ہو گی۔ چنانچہ تیسرے دن اجتماع ہوا جس میں مولانا سدید الدین خان، مولانا نذیر حسین دہلوی، مولانا کریم اللہ، مولانا خواجہ ضیاء الدین اور دیگر بے شمار علماء اور طلباء کا جم غفیر شریک ہوا۔ چنانچہ مناظرہ شروع ہوا مولانا سدید الدین خان ابن مولانا رشید الدین خان اور مفتی صدالدین خان مُنْصِف مقرر ہوئے طرفَیْنْ (دونوں گروہ) کے سوال وجواب کا خلاصہ حسب ذیل ہیں۔ مُنْصِفِیْن نے مجھ سے کہا کہ تم اپنا دعویٰ پیش کرو میں نے کہا ضاد کو ظا کے مشابہ نہیں پڑھنا چاہیے کیونکہ وہ ضاد جو صوت ظاء کے مشابہ (ظا کی آواز کے مشابہ) ہے وہ ضاد ضعیفہ (اصطلاح) ہے۔

---

[2] یوسف علی خان قادری۔ تحقیق المحققین فی رفع الشبہتہ عن المشتبہتین اور تعاون العلماء علی البر والتقویٰ، صفحہ ۲

[3] یہ حضرت شاہ عبد العزیز کے اجلہ تلامذہ (جلیل القدر شاگرد) اور مولوی رشید احمد گنگوہی کے استاذ الکبیر (بڑے اُستاد) ہیں۔ اُویسی غفرلہ'

كما قال الرضى فى شرح الشافية فى قول المصر قوله "الضاد الضعيفة" قال السيرافي: إنها لغة قوم ليس في لغتهم ضاد، فإذا احتاجوا إلى التكلم بها في العربية اعْتَضَلَت عليهم، فربما أخرجوها ظاء، لإخراجهم إياها من طرف اللسان وأطراف الثنايا، وربما تكلفوا إخراجها من مخرج الضاد فلم يتأتَّ لهم فخرجت بين الضاد والظاء۔ [4]

چنانچہ میں نے رضی شرح شافیہ مُنصِفِینْ کے سامنے پیش کیا اور اُنہوں نے اصل سے نقل کر کے اپنے پاس رکھ لی۔

پھر میاں امام الدین لفظ ''بَیْنَ'' میں گفتگو کی۔

منصفین نے کہا لفظ ''بَیْنَ'' میں برابر نسبت طَرفَیْنْ کی معتبر ہے۔ بغیر نسبتِ طَرفَیْنْ ''بَیْنْ بَیْنْ'' مُتصَوّرْ نہیں۔ میاں امام الدین نے اس بات کا اقرار کر لیا کہ جو ضاد مخرج ضاد اور ظاء میں پڑھا جائے وہ ضاد "ضَعِیْفَه مُسْتَهْجَنَه" [5] ہے اور "اَشْرَابِ صَوْتْ" (اصطلاحِ تجوید) ظا کے مَمْنُوعْ (منع) ہے۔

منصفوں نے کہا جب ضاد ضعیف (اصطلاح) ستهجنه ہوا تو اس کے اِسْتِهْجَانْ پر دلیل دو اس کے بعد میاں امام الدین نے کہا: "رعایا اور جهد المقل" میں ہے کہ ضاد مشابہ صوتِ ظا (ظا کی آواز سے ملتا جلتا) ہے۔

منصفین نے حوالہ مانگا میاں امام الدین نے کہا کہیں سے کتابیں منگا کر حوالہ دوں گا۔ طرفین میں گفتگو جاری تھی کہ مولانا محمد شاہ صاحب نے کہا ہماری گفتگو ضاد ضعیف (اصطلاح) میں ہے اور ضاد ضعیف (اصطلاح) حروفِ مُتَفَرِّعَہ (اصطلاح تجوید) میں سے ہے اور حروفِ مُتَفَرِّعَہ کی تعریف یہ ہے کہ ایک حرف کو دوسرے حرف کے بعض صوت (آواز) سے ملایا جائے جیسا کہ کفایہ شرح شافیہ میں ہے:

مخرج الحرف المتفرع واضح لانها تحدث من اشراب بعض صوت غیره [6]

اور "جاربروی" میں بھی ایسے ہی منقول ہے چنانچہ جو ''ضاد'' اور ظا کے مخرج میں پڑھا جائے یعنی "وہ ضاد جو بعض صوتِ ظا کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے وہ ضاد ضعیف (اصطلاح) مُسْتَهْجَنَه ہے"۔

مولانا کریم اللہ نے مولانا سدید الدین خان سے پوچھا (جو کہ مناظرہ میں منصف تھے) کہ آپ بتائیں کہ اشراب صوت مستہجن ہے یا نہیں۔

مولانا سدید الدین خان نے علی الاعلان فرمایا کہ یہ اشرابِ صوت قطعاً مُسْتَهْجَنْ ہے۔

میاں امام الدین دوجانوی نے کہا ہم مانتے ہیں کہ ضاد باشرابِ بعضِ صوتِ ظاء کے پڑھنا ضاد ضَعِیْفَہ مُسْتَهْجَنَہ ہے لیکن اس اشراب مُسْتَهْجَنْ پر صرف مشابہت ہے عمل نہیں ہے۔

اس پر مولانا سدید الدین خان نے فرمایا: تمہارا ضاد پڑھنا اس اِشْرَابْ کے بغیر ممکن نہیں اور اسی طرح مشابہت مذکورہ اس اِشْرَابْ کے بغیر ممکن نہیں۔ پھر تم یہ بات کیوں کہتے ہو کہ اس اِشْرَابْ مذکورہ پر ہمارا عمل نہیں ہے۔

مولانا شاہ صاحب نے میاں امام الدین سے کہا کہ اس مشابہت کے معنی بیان کرو۔

---

[4]) شرح شافية ابن الحاجب، مخارج الحروف الفرعية، 256/3، الناشر: دار الكتب العلمية بيروت –لبنان، عام النشر: 1395 هـ 1975ء)

[5]) وہ ضاد جو بعض صوتِ ظا کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے وہ ضاد ضعیفہ مستہجنہ ہے۔

[6]) (كفاية المفرطين للفتنى شرح الشافيه، مخارج الحروف الفرعية، 239/1، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عام النشر 1421ھ/2000ء)

میاں امام الدین نے کہا مشابہت کے معنی اشتراک فی الصفات ہیں۔

مولانا محمد شاہ صاحب نے کہا: اِشْتِرَاکٌ فی الصِّفَاتْ سے کیا مراد ہے۔ جمیع صفات مراد ہیں یا بعض صفات مراد ہیں۔ اگر جمیع صفات مراد ہیں تو ضاد کو ظا کے مشابہ نہیں کہنا چاہیے کیونکہ ضاد اور ظاء جمیع صفات میں مشترک نہیں ہیں اور اگر بعض صفات مراد ہیں تو پھر تمام حروف کو ایک دوسرے کے مشابہ کہنا چاہیے کیونکہ حروف ہجا میں ایسا کوئی حرف نہیں کہ وہ دوسرے حرف کا بعض صفات میں مشترک نہ ہو حالانکہ ان کو مشابہ نہیں کہتے ہو۔

میاں امام الدین نے کہا مشابہت سے مراد یہ ہے کہ اشتراک بعض صفات میں ہو اور قُربِ مَخْرَجْ (مخرج کے قریب) بھی ہو اور صفاتِ مُتَفَاوُتْ (مختلف صفات) بھی ہو اور مناسب بھی۔

اس پر مولانا محمد شاہ صاحب نے فرمایا ضاد اور ظاء قریب المخرج نہیں بلکہ ضاد اور ظاء کے درمیان نو حرفوں کے مخارج کا فاصلہ ہے۔

اس پر مفتی صدر الدین خان نے کہا: بینھما بون بعید یعنی ان میں بہت بڑا فرق ہے۔

پھر مولانا محمد شاہ نے کہا تمہارے مشابہت کے یہ معنی عقلی ہیں یا نقلی۔ اگر عقلی ہیں تو عقل کو یہاں کچھ دخل نہیں ہے اور اگر نقلی ہیں تو معتبر کتاب کا حوالہ پیش کیجیے۔ میاں امام الدین نے سکوت کر لیا اور نقل پیش نہ کی لہٰذا مجلس مناظرہ برخاست ہوئی۔

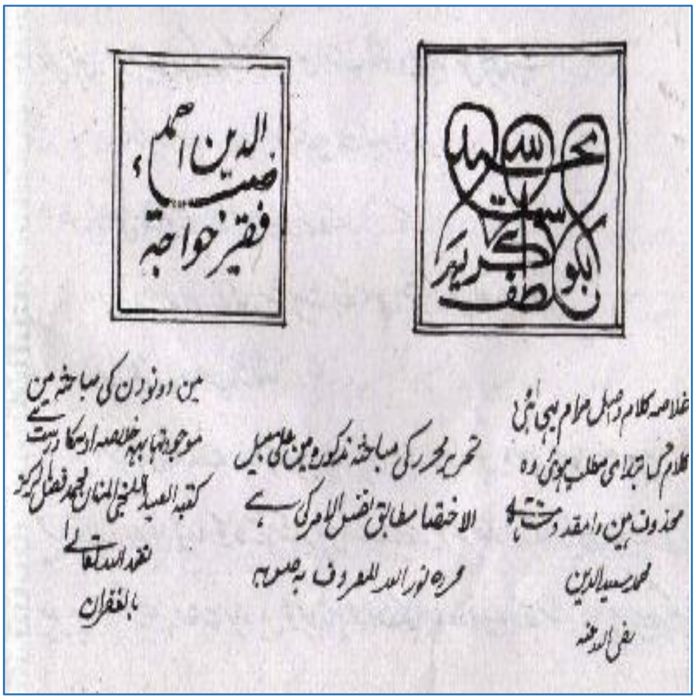

تتمہ مباحثہ

واضح ہو کہ میاں امام الدین ہماری دو ہی دلیلوں سے لاجواب ہو گئے اس زمانہ میں دیگر اور بحثیں بھی ہوئی جو مندرجہ ذیل ہیں۔

مولوی حبیب اللہ سے مناظرانہ گفتگو: قاری محمد یوسف علی خان نے میاں امام الدین سے کامیاب مناظرہ کے بعد مولوی حبیب اللہ صاحب سے "نزہتہ الناظرین" سے مندرجہ ذیل گفتگو کی۔ قاری یوسف علی خان رقمطراز ہیں:

۹ جمادی الاول ۱۲۸۱ھ کو مولوی نذیر حسین دہلوی نے مجھے مسجد نواب امین الدین خان میں بلوا بھیجا اور وہاں موجود مولوی حبیب اللہ "نزھۃ الناظرین" سے مناظرہ کرایا جو ظہر سے عصر تک جاری رہا جس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

قاری یوسف علی خان: مولوی صاحب آپ نے اپنی کتاب ''نزھۃ الناظرین'' میں جو حوالے رضی، شافیہ اور مفصل کے دیئے ہیں ان کتابوں میں موجود نہیں۔

مولوی حبیب اللہ: جی ہاں مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔

قاری یوسف علی خان: آپ نے نزھۃ الناظرین میں لفظ ''بین'' اور لفظ ''ظاء'' کا معنی "الشی" کیا ہے۔ ایک معمولی طالب علم بھی کبھی یہ معنی نہیں کریگا۔

مولوی حبیب اللہ: جی ہاں مجھ سے یہ غلطی بھی ہو گئی ہے۔

قاری یوسف علی خان: پھر اُنہوں نے مجھے "جہد مقل" کی ایک عبارت دکھائی جس کا میں نے یہ جواب دیا کہ یہ مشابہت جہر و استعلا (اصطلاح تجوید) میں ہے نہ کہ صورت ذاتی میں۔ اس کا صوتِ ذاتی علاحدہ ہے اس لئے کہ اس کا مخرج علیحدہ ہے۔ اس پر مولوی حبیب اللہ خاموش ہو گئے۔

مولوی حبیب اللہ سے دوسری مناظرانہ گفتگو: ایک دفعہ مولانا کریم اللہ کی مسجد میں اتفاقاً مولوی حبیب اللہ سے ملاقات ہو گئی اور مندرجہ ذیل گفتگو ہوئی۔ اور یہ قرآن روشن عربی زبان میں ہے۔

قاری یوسف علی خان: اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ [7] (النحل: ۱۰۳)

اور حضور ﷺ فرماتے ہیں: اقرؤوا القرآن بلحون العرب وأصواتها [8]

یعنی تم تو ان اہل عرب کے لہجوں اور آوازوں میں پڑھو۔

اس آیت اور حدیث میں ہمیں قرآن پاک آوازِ عرب میں پڑھنے کا حکم ہے اور یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ اہلِ عرب ضاد کو ظاء کے مشابہ نہیں پڑھتے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو ضاد ظاء کے مشابہ پڑھا جائے وہ قرآن نہیں۔

سوال: ہو سکتا ہے اہلِ عرب نے ظاء کو ضاد میں تبدیل کر لیا ہو۔

جواب: یہ محض ایک مفروضہ (فرضی بات) ہے قرآن حکیم کا محافظ خود خدا ہے۔ اس میں کوئی تغیّر و تبدّل نہیں ہو سکتا۔ قرآن حکیم میں ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر: ۹)

ترجمہ: بے شک یہ قرآن ہم نے اُتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

مولوی حبیب اللہ:

---

[7]) **ترجمہ:** اور یہ قرآن روشن عربی زبان میں ہے۔

[8]) (مشكاة المصابيح، كتاب فضائل القرآن، باب آداب التلاوة ودروس القرآن، الفصل الثالث، 675/1، الحديث 2207، الناشر: المكتب الإسلامي – بيروت الطبعة: الثالثة، 1985ء)

عوام ظاء کی جگہ ت اور صاد کی جگہ سین پڑھتے ہیں اس کی مخالفت کیوں نہیں ہو رہی۔

قاری یوسف علی خان اسے کسی نے قرآن نہیں کہا کیونکہ یہ غلطی ہے اور غلطی کو کوئی قرآن نہیں کہتا بلکہ عوام اپنی اس غلطی کا اعتراف کرتے ہیں لیکن تم ضاد کو ظاء کے مشابہ پڑھتے ہو اور اسے قرآن کہتے ہو دونوں باتوں میں فرق واضح ہے۔

پھر میں نے کہا مولوی صاحب اگر آپ کو علماءِ دہلی پر اعتماد نہیں تو اطراف کے علماء و قراء کو بلوا لیتے ہیں جو فیصلہ وہ کریں اسے میں اور آپ دونوں تسلیم کر لیں۔

مولوی حبیب اللہ: مجھے منظور نہیں وہ ضاد پڑھتے ہیں اگر میرے حق میں کہیں گے قبول کر لوں گا ورنہ نہیں۔

قاری یوسف علی خان: یہ بات عقل و نقل اور شرح کے خلاف ہے۔

ہمارا کام کہہ دینا ہے یارو اب آگے چاہو تم مانو نہ مانو

(ترجمان اہل سنت کراچی)

مقدمہ: حرف ضاد اپنی صفت میں مُنْفَرِدْ(انوکھا) ہے بعض کم فہم لوگ ضاد کو قرآن شریف عربی میں قصداً ظاد یا درمیان ضاد ظاء کے پڑھتے ہیں۔ اگر عمداً پڑھتے ہیں تو کفر کرتے ہیں چونکہ ضاد کا ادا کرنا سخت ناگوار ہے۔ غیر مقلدین اور اہل شیعہ مخالفانہ طور پر ضاد عربی نہیں پڑھتے۔ شیعہ تو صحابہ کی مخالفت میں اور وہابی دیوبندی ائمہ عظامؒ اور اسلافِ کرام سے عداوت کی بناء پر ایسا کرتے ہیں ورنہ مکہ مدینہ، روم، شام، بلخ و بخارا بلکہ جملہ ممالک اسلامیہ میں ضاد کو اصلی مخرج میں پڑھتے ہیں کسی اسلامی ملک میں ضاد کو ظاء یا دال کے مخرج میں نہیں سُنا گیا۔

اس سے اہل سنت و جماعت کو چاہیے کہ غیر عقیدہ لوگوں کے مکروہ فریب سے اپنے آپ کو بچائیں کیونکہ ہمیشہ سے مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ، عربستان، روم و شام و جملہ اہل اسلام، علماء کرام، مشائخ عظام، اغواث، اقطاب و ابدال و اولیاء، حفاظ و قراء ضاد پڑھتے چلے آئے ہیں اور اب بھی پڑھتے ہیں اور قیامت تک پڑھتے جائیں گے۔(ان شاء اللّٰہ)

اسی معنی پر نماز میں قصداً(جان بوجھ کر) ظاد یا زا سے پڑھا جیسا کہ اُردو فارسی میں پڑھتے ہیں تو نماز محض غلط اور بالکل باطل ہو گی بلکہ پڑھنے سے کفر ہو جاتا ہے۔ جو شخص قرآن شریف عربی میں ظاد فارسی پڑھے اس کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں کیونکہ جب وہ قصداً ضاد کو ظاء پڑھتا ہے تو اس کے پیچھے نماز کیسے درست ہو گی۔ ایسا شخص قصداً تمام مقتدیوں کی نماز خراب کرتا ہے جب امام نے قصداً ضاد فارسی پڑھی اور مقتدی ایسی غلطی سے خاموش رہے اور نہ اُسے بُرا سمجھا اور نہ ہی نماز لوٹائی تو وہ بھی داخل کفر ہونگے۔ گونگے شیطان ہوتے ہیں اور ایسے امام اور مقتدی غلط پڑھنے اور سننے سے توبہ کریں ہاں جس شخص نے نماز پڑھائی اور ضاد صحیح پڑھی اور اُسے حتی المقدور ادا کیا اور نیت بھی ضاد پڑھنے کی رکھتا ہے اگرچہ صحیح ادائیگی نہ ہو سکی تب بھی بسببِ نیتِ خالصہ صحیحہ اُس کی اور تمام مقتدیوں کی نماز صحیح اور عنداللہ قابل قبول ہو گی اور جس شخص نے قصداً ظاد یا دال سے پڑھا اور نیت بھی یہی ہو کہ واقعی یہ ضاد ظاء ہے تو اس کی اور تمام مقتدیوں کی نماز محض فاسد اور بالکل غلط اور کفر اس لئے لازم آیا کہ اس نے کئی خرابیوں کا ارتکاب کیا۔[9]

(۱) تحریف قرآن (۲) مخالفین اسلام کا طریقہ اختیار کیا (۳) اللہ تعالیٰ جل شانہ کی، قرآن شریف کی مخالفت کیا:

---

9) (فتاویٰ رضویہ، کتاب الصلاۃ، باب القرآۃ، ج6، ص303 الی304، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور، 1415ھ/1994ء)

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا (یوسف:۲)

ترجمہ: بیشک ہم نے اُتارا قرآن بزبان عربی۔

(۴) حضرت رسول اللہ ﷺ کی مخالفت۔ حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا:

أحبوا العرب لثلاث: لأني عربي والقرآن عربي وكلام أهل الجنة عربي[10]

یعنی عرب سے محبت کرو اس لئے کہ میں عربی ہوں اور قرآن شریف عربی ہے اور اہلِ بہشت کا کلام عربی ہوگا۔

فائدہ: حضرت جبرئیل، میکائیل، اسرافیل علیہم السلام و تمام فرشتگانِ خاص و عام کی زبان عربی اور لوحِ محفوظ کی تحریر و نوشت خواند عربی اور روزِ میثاق کی زبان عربی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح کو فرمایا: اَلَسۡتُ بِرَبِّكُمۡ ؕ

یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟

تمام ارواحوں نے اس کے جواب میں کہا: قَالُوۡا بَلٰى ۛۚ (الاعراف:۱۷۲)

یعنی ہاں بیشک تو ہمارا پروردگار ہے۔

نفخ صور میں کلام عربی اور معراج قاب قوسین میں کلام عربی اور تمام صحابہ ائمہ وازواج بنات مطہرات اور ان کی آل واولاد اور ساکنانِ مکہ عرب کی زبان قیامت تک عربی رہے گی اور ضاد کو ظاء پڑھنا خالص عجمی ملاوٹ ہے جس سے قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ اور کلامِ عربی کی صریح مخالفت ہے[11] اور یہ مخالفت عمداً ہے خطاءً یا سہواً ہر طرح گناہ اور کفر اور بے ایمانی کی نشانی ہے۔ اسی لئے جو شخص دلائل پڑھ سن کر ضاد کو ظاء پڑھتا یا اُس کے جواز یا جائز رکھنے والوں کو اچھا سمجھتا ہے وہ بوجہ تحریف قرآنی پر راضی ہونے سے کافر اور اُس کی نماز فاسد و باطل ہے۔ مسلمانو! مولیٰ عزوجل نے قرآن عظیم اُتارا اور ہمیں اس کے نظم و معنی دونوں کی سمجھ سے نوازا۔ فلہذا ہم پر حق ہے کہ اسے جیسا اُترا ویسا ہی ادا کریں۔ حرف کی آواز بدلنے میں بے شمار جگہ الفاظ مُہمَل رہتے یا معنی سے کچھ ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ معاذ اللہ کفر و اسلام تک کا فرق پڑ جاتا ہے۔ آوازِ صحیح سے جو معنی تھے ایمان تھے اور بدلنے پر جو پیدا ہوئے اُن کا اعتقاد صریح کفر ہے لیکن یہ لُطف و کرم بھی کہ اگر اسی تبدیلی کو عمداً قرآن سمجھے تو کافر ہے اور نماز بھی فاسد اور اگر امام ہے تو تمام جماعت کی نماز خراب۔ اگر یہی توجیہ نہ ہو تو آج کل ہزاروں غلطیاں صادر ہو رہی ہیں مثلاً ہم روزانہ جبہ و دستار سے سرشار مولویوں، حافظوں سے قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ سنتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ نہ اللہ تعالیٰ نے اھد نازل فرمایا نہ جبرئیل علیہ السلام نے اھد پہنچایا نہ صاحبِ قرآن ﷺ نے اھد پڑھایا پھر اسے قرآن ٹھہرانا کیونکر ہو۔

فائدہ: احد کے معنی ایک اکیلا، نظیر و شریک سے پاک نرالا اور اھد بہ تخفیف بمعنی اور، بتشدید بمعنی بزدل، کمزور (معاذ اللہ) چنانچہ قاموس میں ہے کہ

الا هد الجبان زاد فی تاج العروس الضعيف

---

[10] (مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب قريش وذكر القبائل، الفصل الثالث، 1693/3، الحديث6006، الناشر: المكتب الإسلامي – بيروت الطبعة: الثالثة، 1985ء)

[11] (بدر الانوار، از نجم الہدیٰ، ج1، ص18 الی 2-، مقام اشاعت: کولکاتا، انڈیا سن اشاعت 1905ء)

اس سے ثابت ہوا کہ (معاذاللہ) اھد کہنا اللہ تعالیٰ کو گالی دینا ہے اگرچہ پڑھنے میں گالی کا ارادہ نہیں۔[12]

صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

إذا نعس أحدكم في صلاته، فليرقد حتى يذهب عنه النوم، فإن أحدكم إذا صلى وهو ناعس، لا يدري لعله يذهب يستغفر فيسب نفسه[13]

یعنی جب تم میں کسی کو نماز میں اُونگھ آئے تو سو رہے یہاں تک کہ نیند چلی جائے کہ اونگھتے میں پڑھے گا تو کیا معلوم شاید اپنے لئے دعائے مغفرت کرنے چلے اور بجائے دعا بددعا نکلے۔

ورواہ الائمۃ مالک والستۃ الا النسائی عن اُم المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا

جب اُونگھتے میں نماز سے منع فرمایا کہ احتمال ہے شاید اپنے لئے بددعا نکل جائے اگرچہ قصد دعا ہے تو خود جاگتے میں ہوش میں خود حضرت عزت کی شانِ اعلیٰ میں سخت گستاخی کا کلمہ نہ فقط احتمالاً بلکہ از روئے تجربہ بارہا منہ سے نکالنا کیونکر گوارا ہو سکے۔[14] اگرچہ قصد ثناء ہے اس طرح ایک دو مثالیں اور لیجئے۔

(۱) نصر اللّٰہ صاد سے پڑھنے کے یہ معنی ہیں کہ اِمداد و نُصرت فتح و ظفر ہر ملک اِقْلِیم (دوجہاں کا مالک) روئے زمین کی دینے والا اللہ پاک ہے۔ یہ کیسا سچا صادق صحیح مقبول مضمون ہے اور نسر اللّٰہ سین سے پڑھنے کے یہ معنی ہیں۔

نسرا یعنی پتھر کا بت یا کَرگَس یعنی گِدھ گرد ڑ معاذ اللّٰہ من ذالک۔ یہ کیا انتہا درجے کا کفرِ کامل محض لغو باطل جھوٹا کاذب مضمون ہے بس ایسا ہی فرق ضاد ظاء کے پڑھنے میں ہے۔ ضاد عربی طور طریقہ سے پڑھنے والا سچا صادق برگزیدہ پسندیدہ مقبول بارگاہِ الٰہ ہے اور ضاد معجمہ کو ''ظ'' یا ''ذال'' یا ''ز'' سے بدل کر پڑھنے والا جھوٹا کاذب منافق مَقْہُور (غضب کا حقدار) و مردودِ بارگاہِ الٰہ ہے۔ کیونکہ ضالین و ظالین کے معنی میں زمین و آسمان کا فرق ہے اس لئے کہ "ضالین" کا مطلب یہ ہے یا اللہ ہمیں گمراہوں کی راہ پر نہ چلا اور "ظالین" کا معنی ہے ہمیں سایہ والوں کا راہ نہ دکھا اور یہ روحِ اسلام کے منافی سے کیونکہ مرنے کے بعد سایہ والے تو بہشتی (جنتی) ہیں۔

کما قال اللّٰہ: اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ (المرسلت: ۴۴)

یعنی بے شک متقی لوگ سایہ میں ہونگے۔

اس معنی پر نماز میں بجائے رحمتِ حق کے استحقاق (اللہ کی رحمت کو حاصل کرنے) کے غضبِ ربّانی (اللہ کے غضب) کا مؤجِب (حقدار) ہو گیا ہمارے ایک سنی عالم دین نے ہمارے مضمون مذکور کو نظم میں یوں ڈھالا ہے۔

تیسری مثال: رکوع کی تسبیح ہر نماز میں کم از کم چھ بار پڑھی جاتی ہے۔ عوام عظیم کے بجائے عزیم پڑھتے ہیں حالانکہ عزیم جلنے، سخت دشمن۔ اسی لئے علماء نے وصیت فرمائی کہ مخارج صحیح کرے تاکہ نماز کے فساد سے بچے۔ ردالمختار میں ہے:

---

12) (فتاویٰ رضویہ، کتاب الصلاۃ، باب القرآۃ، ج6، ص316 الی 317، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاھور، 1415ھ/1994ء)

13) (موطأ الإمام مالك، كتاب الصلاة، باب ما جاء في صلاة الليل، 118/1، الحديث، 3، الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت – لبنان عام النشر: 1406 هـ 1985 ء)

14) (فتاویٰ رضویہ، کتاب الصلاۃ، باب القرآۃ، 317/6، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاھور، 1415ھ/1994ء)

السنة في تسبيح الركوع سبحان ربي العظيم إلا إن كان لا يحسن الظاء فيبدل به الكريم لئلا يجري على لسانه العزيم فتفسد به الصلاة كذا في شرح درر البحار، فليحفظ فإن العامة عنه غافلون حيث يأتون بدل الظاء بزاي مفخمة[15]

یعنی ایسی ہزاروں مثالیں قائم کی جاسکتی ہیں سمجھداروں کے لئے اتنا کافی ہے۔اس سے علم تجوید وقرأۃ کی اہمیت معلوم ہوئی اور بات بھی حق ہے کہ ہم ہزاروں ایسی غلطیاں کر جاتے ہیں اور زندگی بھر نماز پڑھی لیکن تجوید کی غلطی سے وہ تمام برباد۔ پھر کیوں نہ ہم اپنا کچھ وقت تصحیحِ حروف پر صَرَف کریں تاکہ کلامِ الٰہی کی حقیقی چاشنی سے محفوظ ہوں ورنہ علماءِ کرام قرأت بے تجوید کو "لَحَنْ" (غلطی) بتاتے ہیں اور احسن الفتاویٰ وفتاویٰ بزازیہ وغیرہا میں فرمایا:

اِنَّ اللَّحْنَ حَرَامٌ بِلَا خِلَافٍ

یعنی لحن سب کے نزدیک حرام ہے۔

لہٰذا آئمہ دین تَصرِیح فرماتے ہیں کہ آدمی سے کوئی حرف غلط ادا ہوتا ہو تو اس کی تصحیح وتَعَلُّمْ (سیکھنے) میں اس پر انتہائی کوشش واجب ہے اگر کوشش میں قصور کرے گا معذور نہ ہوگا نماز برباد ہو جائے گی۔[16] علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی اتقان شریف میں ہے:

قال القراء: التجويد حلية القراءة وهو إعطاء الحروف حقوقها وترتيبها ورد الحرف إلى مخرجه وأصله......................ولا شك أن الأمة كما هم متعبدون بفهم معاني القرآن وإقامة حدوده هم متعبدون بتصحيح ألفاظه وإقامة حروفه على الصفة المتلقاة من أئمة القراء المتصلة بالحضرة النبوية وقد عد العلماء القراءة بغير تجويد لحنا[17]

دیکھو کیسی صاف تصریح ہے۔

عذرِ گناہ بدتر از گناہ: مخارج حروف قرآنی اور تجوید دانی ایک مشکل فَن ہے اور چونکہ یہ ہمارے بس سے باہر ہے اسی لئے ہم معذور ہیں۔ یہ عذر ناقابل قبول ہے کیونکہ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اکثر لوگ طَمعِ دنیا (دنیا کی لالچ) کے لئے انگریزی سیکھتے ہیں جو کہ نہایت غلط اور بے ڈھنگی زبان ہے مگر ہزارہا روپیہ خرچ کرکے اس کو پڑھے جاتے ہیں اور اچھے خاصے انگریز بن جاتے ہیں اور یہاں خاص دینِ ایمان کا معاملہ اور خاندانی مسلمانی کا دعویٰ اور خاص اللہ کی بندگی میں پڑھنے کی چیز ہے جس کو بہت صحیح وصاف طور پر پڑھنا چاہیے۔ وہاں یہ حیلہ کہ ضاد آتا نہیں اور طرح طرح کے بہانے کرتے ہیں کہ جس کے غلط پڑھنے سے نماز فاسد اور کفر کامل ہوتا ہے۔ عجب حال ان لوگوں کا ہے کہ اپنی عزت وآبرو کے لئے تو جان دیتے ہیں لیکن دین وایمان کے بارے میں معذور بنتے ہیں کچھ یہی طریقہ ضاد کو ظاء پڑھنے والوں کا ہے۔ یہ سب ان لوگوں کی کجی (ٹیڑھ پن) اور محض حیلہ سازی ودھوکا بازی ہے۔ تب اگر وہ معذور ہیں تو انہیں چاہیے کہ وہ امام بننے کا خیال بھی دل میں نہ لائیں اور تمام مقتدیوں کی نماز برباد نہ کریں۔ یہ بڑے غضب اندھیر اور شیطانی مکروفریب ہیر پھیر کی بات ہے اس سے بہت

---

15) (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، فروع قرا بالفارسية، 494/1، الناشر: دار الفكر بيروت، الطبعة: الثانية، 1412هـ 1992ء)

16) (فتاویٰ رضویہ، کتاب الصلاۃ، باب القرآۃ، 318/6، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور، 1415ھ/1994ء)

17) (الإتقان في علوم القرآن، النوع الرابع والثلاثون: في كيفية تحمله، فصل من المهمات تجويد القرآن، 346/1، مطبوعه الهيئة المصرية العامة للكتاب الطبعة: 1394هـ/1974ء)

پرہیز کرنا چاہیے۔ یاد رہے کہ قصداً ضاد کو ظا یا زا سے پڑھ کر اپنے تئیں (آپکو) معذور بتلاتے ہیں اور پھر نماز پڑھانے کے واسطے جان دیتے ہیں اور گرتے پڑتے ہیں چاہے نماز درست ہو یا نادرست ہو یا کفر ہو۔ ان دنیا سازوں کو تو اپنے پیشے کی نماز پڑھانی ہے۔ مثل مشہور ہے کہ

مردہ دوزخ میں جائے یا بہشت میں یاروں کو تو حلوے مانڈے سے کام

مقتدیوں کو لازم ہے کہ ایسے ظالموں کو پیش امام ہر گز نہ بنائیں اور خود بھی صاف ضاد عربی زبان میں پڑھا کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ ضاد کو ظاء پڑھنے والوں یا شیعہ غالی رافضی ہوتے ہیں ان کو ہماری نمازوں کے ساتھ سروکار نہیں کیونکہ ان کی نماز جدا، طریقہ جدا یا پھر وہابی ہوتے ہیں جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا اب مزید تاریخی شَوَاہِدُ مُلاحظہ ہوں اور ظاہر ہے کہ وہابی خواہ غیر مقلد ہوں یا دیوبندی ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی اور پھر ضاد کو ظاء پڑھنے سے تو اور خرابی پیدا ہوئی۔ جسے ہم آگے چل کر عرض کریں گے اب تاریخی کیفیت پڑھیئے۔

ضاد کو ظاء پڑھنے کا تاریخی منظر: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں عجمی ممالک فتح ہوئے تو عجمیوں پر ضاد کا اصلی مخرج ادا کرنا مشکل محسوس ہوتا تھا۔ یہاں سے شر پسندوں کو موقع مل گیا قرآن مجید میں تحریف تو نہیں کر سکتے تھے اسی کو غنیمت سمجھا کہ ضاد کو ظاء پڑھا یا جائے تاکہ کچھ تو اسلام میں رخنہ اندازی (فتنہ و خلل واقع) ہو گی۔ چونکہ اہلِ تَشَیُّع قرآن مجید کو خلفاءِ ثلاثہ (حضرت صدیق و عمر و عثمان غنی رضی اللہ عنھم) کا جمع کردہ صحیفہ سمجھتے ہیں (تفصیل فقیر کی کتاب قرآن اور شیعہ میں ہے) اسی لئے اِسے خوب اُچھالا۔ یہی وجہ ہے کہ غالی شیعہ تاحال ضاد کو ظاء پڑھتے ہیں۔ اس ظائیہ فتنہ کو اگرچہ اہل اسلام نے خوب دبایا لیکن گاہے گاہے بوقت فُرصت شرارت برپا کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وِصال کے بعد یہ فتنہ صرف شیعوں، رافضیوں تک محدود رہا۔ خارجیوں سے ایک عرصہ تک خاموشی رہی لیکن تیرہویں صدی میں پھر خارجیوں کو شرارت کی سوجھی جیسا کہ ہم آگے چل کر عرض کریں گے۔

فاروقی دور میں اس بدعت کا آغاز ہوا: کفایہ شرح شافیہ میں حروف مستہجنہ کی تحقیق میں لکھتے ہیں کہ

تولدت من اولاد اسراری حین جاء اسلام وفتح البلاد[18]

یعنی ضاد کو ظاء پڑھنا قبیح (برا) اور لغتِ عرب سے ایجاد نہیں بلکہ عجم کی ایجاد ہے۔

چنانچہ اس کی تفصیل یوں ہے کہ جب عجم کے بِلادُ (شہر) فتح ہوئے تو انہیں لونڈیاں اور غلام بکثرت غنیمت میں آئے۔ ان کو ضاد کے مخرج کی ادائیگی مشکل محسوس ہوئی جیسے ہمارے ہند اور پنجاب کے لوگوں کے لئے سندھی، بروہی، پشتو اور بلوچی کے خاص الفاظ مشکل محسوس ہوتے ہیں تو ابنِ مُلْجَمْ بدبخت جیسوں نے ان کو سہولت کی لالچ دے کر ضاد سے ظاء کی طرف لائے پھر شیعوں نے اس فساد کو پروان چڑھایا۔[19] چنانچہ بدر الانوار میں متعدد مقامات پر ضاد کو ظاء پڑھنا شیعوں، خارجیوں اور غیر مقلدین وہابیہ کی شرارت گرُدانا۔ جس کے چند عبارات بطورِ نمونہ آگے چل کر لکھوں گا۔ (ان شاءاللہ)

یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ ضاد کو ظاء پڑھنا بھی ایک فتنہ تھا جسے شَرانگیزوں نے موقعہ بموقعہ (وقتاً فوقتاً) اُبھارا لیکن اسلام کے شیدائیوں نے ایسے شریروں کی سرکوبی کی اور ایسا دبایا کہ پھر انہیں اس شرارت کو برسرِ مجلس لانے کی جرأت نہ ہوئی۔ مولانا رحمت اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنیئے۔

---

[18] (بدر الانوار، از نجم الہدیٰ، 42/1، مقام اشاعت: کولکاتا، انڈیا سن اشاعت 1905ء)

[19] (بدر الانوار، از نجم الہدیٰ، 21/1، مقام اشاعت: کولکاتا، انڈیا سن اشاعت 1905ء)

بدرالانوار صفحہ ۴۷ میں ہے کہ مولوی رحمت اللہ صاحب کہ مہاجرین فرماتے تھے کہ میں جو مصر میں وارد ہوا تو سنا کہ ایک طالب علم نے اسی مسئلے میں گفتگو شروع کی تھی سو وہاں کے حاکم نے کہا کہ ہم نے سُنا تھا کہ آگے بھی اس مسئلے میں گفتگو ہوئی تھی پچھلا دفتر جو نکلوایا تو معلوم ہوا کہ اُس وقت میں کتنے علماء و قراء کتنے ہی شہروں کے جمع ہوئے تھے سب نے فتویٰ دیا تھا کہ ضاد منقوطہ کو دال مُفْخَمْ کی طرح پڑھنا چاہیے۔ عوام کو جو مخرج جانتے نہیں یا مخرج سے نکالنے پر قادر نہیں ہوتے ہیں۔ سو حاکم حال نے کہا کہ کل جب علماء کا اتفاق رُو برو حاکم سابباعثِ خرقِ اجماع (اجماع کے خلاف) اور سبب فسادِ عظیم کا ہے۔ اختلاف کرنے والا اس میں قابل سزائے سنگین کے ہے لیکن ہم در گزر کرتے ہیں اور اس کو جلاوطن (ملک سے باہر) کر دینا چاہیے جب وہ طالب علم جلاوطن ہوا تو کوئی اس مسئلے میں گفتگو نہیں کرتا تھا۔ لوگ ڈرتے تھے اس اختلاف کے ذکر کرنے سے۔[20]

فائدہ: اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ مولانا رحمت اللہ رحمۃاللہ علیہ کے دورہ مصر سے پہلے بھی شرارتیوں نے یہی شرارت کھڑی کی اور پھر ان کے زمانے میں بھی یہ شرارت اُٹھی اور یہ شرارت اُٹھانے والے کون ہونگے۔ ظاہر ہے کہ خارجی ہونگے یا شیعہ رافضی۔ جسے اہلِ سنت حُکام نے دبایا اور یہ فتنہ وہاں تو دب گیا لیکن ہمارے ملک میں چونکہ انگریز یہی چاہتا تھا کہ اسلام کے خلاف فتنے اُٹھیں اور جو دبے ہیں وہ اُبھریں۔ چنانچہ ہمارے ملک میں فتنہ اُبھرا اور ایسا کہ اس پر مناظروں کی مجلسیں منعقد ہوئیں، اُمت مسلمہ میں شور برپا ہوا۔ جس کی تفصیل فقیر نے اپنی کتاب ''التحقیق الجلیل'' میں لکھ دی ہے۔ مناظروں کے نمونے فقیر نے پہلے لکھ دیئے ہیں۔

باب اول: [قرآن سے استدلال]

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا (یوسف: ۲)

ترجمہ: بے شک اسے ہم قرآن عربی نازل فرمایا۔

اب جو ضاد کو ظاء پڑھے گا وہ قرآنی ارشاد سے اِنْحِرَاف (منہ پھیرنے والا) مُتَصَوَّر ہوگا کیونکہ ضاد خالص عربی ہے جو کسی دوسری زبان سے تبدیل کرکے پڑھا جائے گا تو وہ غیر عربی یعنی عجمی ہوگا۔ اب مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ قرآن عربی ہے لیکن ضاد کو ظاء پڑھنے والا اس کے عجمی ہونے کا ثبوت دے رہا ہے اور ہم آگے چل کر نہایت قوی اور مضبوط دلائل سے ثابت کریں گے کہ ضاد کو ظاء پڑھنا عربی ضاد کو قرآن میں شامل کرنا ہے جسے تحریفِ قرآن (قرآن میں ردو بدل) سے تعبیر کرنا پڑے گا اور وہ بالاتفاق کفر ہے اور ضاد عجمی کو قُراء ضاد ضعیفہ (اصطلاح) کہتے ہیں اور وہ وہی ہے جو ہمارے علاقوں میں مرَوّج (رائج) ہے جیسے ضمانت، حوض، فیض، ضرورت، ضررو غیرہ وغیرہ۔

مزید تشریح: جملہ علمائے اسلام و قرآء عظَام نے فرمایا بلکہ خود مخالفین نے اعتراف کیا کہ ضاد عسیر المخرج ہے تبھی تو مخالفین نے تسہیل کا سہارا لے کر اسے ظاء پڑھنے پڑھانے کی راہ نکالی اور یہ بھی صرف اسی لئے کہ یہ خالص عربی لفظ ہے یہی وجہ ہے کہ اس کی ادائیگی خالص عربی کے لئے مشکل نہیں۔ اگر اشکال ہے تو ہم عجمیوں کو اور ظاہر ہے کہ ایک علاقہ اور ملک کا مخصوص لفظ دوسرے علاقہ اور ملک کے لوگوں کے لئے ادا کرنا یا سرے سے ادا نہ ہوسکے گا۔ اگر ہو گا تو بڑی مشکل کے بعد مثلاً با، ج، گ۔ جیسے بار (بچہ) چُل (چل) گالھہ (بات) خالص سندھیوں کے الفاظ ہیں۔ خالص پنجابیوں سے یہ الفاظ

---

[20] (بدرالانوار، از نجم الہدیٰ، 47/1، مقام اشاعت: کولکاتا، انڈیا سن اشاعت 1905: ء)

ادا نہیں ہو سکتے وہ انہیں ان کے ہم مخرج الفاظ سے پڑھتے ہیں ایسے ہی بروہی بولی **کالؐ** جیسے **کالؐ** لفظ ہے لیکن ہم اس کی ادائیگی سے عاجز ہیں۔ایسے ہی ضاد خالص عربی لفظ کو مشکل دیکھ کر اسے ظاء یا دال سے عمداً استعمال کرنا تحریف نہیں تو اور کیا ہے؟ اور قرآن مجید میں جیسے اضافہ اور کمی کرنا کفر ہے۔ایسے ہی اس میں ایک حرف کے بجائے عمداً دوسرا حرف پڑھنا بھی کفر ہے۔اور یہ لوگ عمداً ضاد کو ظاء پڑھتے پڑھاتے ہیں جیسے ناظرین کو معلوم ہے۔

استدلال از حدیث شریف

حدیث شریف میں آیا ہے کہ میں ضاد کو اس کے مخرج سے ادا کرنے میں اس سے زیادہ **فصیح اللسان** ہوں جو فساد کو (مخالف طریقے) ادا کرتا ہے۔[21]

فائدہ: حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے مدارج النبوۃ میں لکھا ہے:

کہ اگرچہ اس حدیث کی صحت میں بعض اپنی مقرر کردہ اصطلاح حدیث کے تحت کام کرتے ہیں لیکن اس کے معنیٰ صحیح ہیں۔حاصلِ کلام اس طرف راجع ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں عرب میں افصح ہوں کیونکہ صرف ضاد عرب کے ساتھ ہی مخصوص ہے دنیا کی کسی دوسری زبان میں یہ حرف نہیں۔

اس حدیث شریف اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کی تشریح سے ثابت تحریف قرآن ہے کیونکہ جب یہ لسان عرب کا مخصوص ہے تو پھر ظاء سے مشابہ پڑھنا تحریف نہیں تو اور کیا ہے اور یہ بدعت سیئہ بھی ہے کہ اس حرف کی اصالت کو چھوڑ کر دوسرا بالمقابل مخرج پڑھنا ہے اور یہی بدعت سیئہ ہے جیسا کہ بدعت سیئہ کی اصطلاح کا تقاضا ہے۔[22]

(۲) حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ

اقرؤوا القرآن بلحون العرب وأصواتها وإيا كم ولحون أهل العشق ولحون أهل الكتابين وسيجي بعدي قوم يرجعون بالقرآن ترجع الغناء والنوح لا يجاوز حناجرهم مفتونه قلوبهم وقلوب الذين يعجبهم شأنهم».

رواه البيهقي في شعب الإيمان[23]

یعنی قرآن پاک عرب کے لہجوں کے مطابق اور اوران کی آواز (بولی) پر پڑھو یہود و نصاریٰ اور اہلِ فِسق کے لحن سے بچو۔

ان روایات سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید کے حروف کا لہجہ و مخرج وہی صحیح ہے جو اہل عرب ادا کریں۔الحمدللہ آج بھی عرب جملہ خِطّوں میں مصر سمیت یہاں تک وہابیوں کے پیشوا نجدی بھی ضاد کے مخرج میں نہیں پڑھتے۔

اجماع امت: حضور سرورِ عالم ﷺ کے زمانہ اقدس یعنی خیر القرون سے آج تک جہاں اسلام کا نام و نشان ہے اور قرآن پڑھنے والوں کو سُنا گیا ہے کسی نے بھی ضاد کو ظاء نہیں پڑھا بلکہ جس نے ضاد کو ظاء پڑھا اسے اہلِ اسلام نے غلط قرار دیا۔ جیسا کہ فقیر نے تاریخی منظر کے عنوان میں تفصیل سے لکھا ہے آج بھی

---

21) (المقاصد الحسنة في بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة، ترتيب ما أوردته على الأبواب، كتاب الفضائل، 496/5، مكتبة الميمنة المدنية (المدينة النبوية)، دار الميمنة للنشر والتوزيع (سورية دمشق)، الطبعة: الأولى، ١٤٣٩هـ ٢٠١٧م)

22)(مدارج النبوۃ، مترجم اردو، الباب الاول، دربیان حسن خلقت وجمال صورت، بیان فصاحت، 24/1، شبیر برادرز لاھور، سن اشاعت 2004ء)

23) (مشكاة المصابيح ، كتاب فضائل القرآن ، باب آداب التلاوة و دروس القرآن ، الفصل الثالث ، 675/1 ، الحديث 2207 ، الناشر: المكتب الإسلامي – بيروت الطبعة: الثالثة، 1985ء)

مُمالکِ اسلامیہ کا ہر سَیّاح یہی گواہی دیتا ہے کہ ہر جگہ بہت بڑے قرآء وحفاظ اور مشائخ کا علماء ضاد کو اپنے اصلی مخرج میں پڑھتے ہیں۔ کسی ایک عجمی یعنی ظاء کے لہجہ میں پڑھتے نہیں سُنا گیا چنانچہ مولانا نجم الہدیٰ مرحوم ملک عرب کی سیاحت کے متعلق اپنی کتاب بدر الانوار صفحہ ۴۶، ۴۷ میں لکھتے ہیں کہ

استماعِ لحون واصوات

اہل عرب کا ایک مدت تجربہ ہوا ہے جس کا یہ بیان ہے کہ میں نے جدہ مکہ معظمہ مدینہ منورہ میں وہاں کے قاریوں کو بحضورِ قلب سنا ہے اور دو برس تک مصر، قاہرہ اور شہر سویز اور شہر سکندریہ ذوالقرنین اور شہر استنبول خاص یعنی سلطنت روم ادام اللّٰہ القیوم میں رہ کر بہت بڑے بڑے قاریوں اور ائمہ مسجد کو بغور تمام دیکھا اور سنا ہے اور خاص بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ میں اور شہر خلیل الرحمن جوارضِ کنعان میں ہے اور وہاں مزارِ مبارک ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ سب اماموں قاریوں کو ایک طرح پڑھتے ہوئے دیکھا سُنا ہے کسی کو مخرج ذال یا زے یا ظاء سے ضاد عربی ادا کرتے ہر گز ہر گز دیکھا نہ سنا تو بہ تجربہ معلوم ہوا کہ ادا ہونا ضاد کا لحون واصوات عرب میں اپنی اصل پر ہے جو فرقہ مُحَدَّثَہ ظائیہ ولاالضالین کو خاص ظاء سے پڑھتے ہیں محض غلط ہے۔ البتہ شیعہ لوگ دیارِ ہند میں ضاد عربی کو ظاء فارسی پڑھتے ہیں جو لوگ کہ ظاء سے پڑھتے ہیں اُن کے پیچھے ہر گز نماز نہیں پڑھنا چاہیے اور ہر گز درست نہیں ہے۔ ضاد عربی جیسا عرب کے لوگ ہمیشہ سے پڑھتے ہیں۔ اس کے مطابق کل علمائے اہلِ سنت کا اجماعِ اعظم ہے حضور ﷺ سے بواسطہ جبرئیل علیہ السلام اسی طرح ثبوت ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ سے اور تابعین رحمہم اللہ نے صحابہ سے تبع تابعین نے تابعین سے قرناً بعدِ قرن لساناً من لسانٍ اسی طرح مَسْمُوعْ (سنا گیا) ہے اور قطعِ نظر الفاظِ قرآنی سے بول چال اور روزمرہ میں بھی عرب کے لوگ موافق ادائے قرآنی کے متکلم ہوتے ہیں اسی واسطے فقہاء کہتے ہیں کہ عمداً ضاد کو ظاء پڑھنا کفر ہے اور نماز بھی فاسد ہے۔[24]

مخالفین کے ایک مولانا کا بیان: مولانا قطب الدین نے جامع التفاسیر مطبوعہ دہلی مطبع مرتضوی صفحہ ۳۶۱ میں تحت آیت: وَ مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ[25] لکھا ہے کہ حَرمَيْن شَرِيْفَيْن غَيرهُمَا، اکثر ممالک عرب میں توسب (ضاد کو) دال مُفْخَم کی طرح پڑھتے ہیں اور دہلی وغیرہ اکثر ہند مُمالکِ عرب میں توسب تھے مگر اب ان ایام میں بعض دنیا سازوں نے ظاء کے طور پڑھنے کا فتویٰ دیا جو کہ سراسر غلط ہے۔ ایک مجلس بھی اس کی تحقیق کے لئے منعقد ہوئی اکثر وکل قرآء کی رائے بطور سابق کے ضاد پڑھنے پر غالب رہی۔ (بدر الانوار صفحہ ۴۷)[26]

فائدہ: یہ وہی مولانا ہیں جنہوں نے مظاہر حق لکھی ہے اس پر دیوبندیوں کو اعتماد ہے کیونکہ مولوی محمد اسحاق کے شاگرد ہیں۔ ہم نے اسی جواز سے بتانا ہے کہ ضاد کو ظاء پڑھنے والے کون ہیں اور کب سے ہمارے ملک ہندو پاکستان میں اُنہوں نے یہ دھندا شروع کیا ہے اور پھر دیوبندیوں کو بھی معلوم ہو کہ ان کے اکابر بھی ضاد کو ظاء نہیں پڑھتے تھے۔ یہ بیماری غیر مقلدین (وہابی) کو لگی جو ہماری مخالفت پر دیوبندیوں کے چھوٹے چھوٹے مولویوں نے اپنائی جس پر ان کا عوام کے سامنے پردہ چاک ہوا کہ یہ بھی وہابی ہیں حنفیت کا صرف نام ہے۔ تفصیل آتی ہے۔

---

24)(بدر الانوار، از نجم الہدیٰ، ج1، ص43 الی 44، مقام اشاعت: کولکاتا، انڈیا سن اشاعت 1905ء)

25)(التکویر: ۲۴)　**ترجمہ:** اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں

26)(بدر الانوار، از نجم الہدیٰ، 47/1، مقام اشاعت: کولکاتا، انڈیا سن اشاعت 1905ء)

فقیراُویسی غفرلہ: یہ ناکارہ آوردہ جب ۱۳۹۹ھ ادائیگی حج وزیارت دربارِ رسالت ﷺ کے لئے اور پھر ۱۴۰۰ھ کے رمضان المبارک میں عمرہ اور دربارِ رسالت ﷺ کی زیارت اور مسجد نبوی پاک میں اعتکاف کے لئے حاضر ہوا تو ممالکِ اسلامیہ کے قرآء وحفاظ اور علماءِ کرام ومشائخ عظامؒ مثلاً عرب کی جملہ ریاستیں اور مصر، شام، یمن وغیرہ اور نائیجریا و ملائشیاء وغیرہ سے تلاوت کرتے اور تراویح میں پڑھتے سنا تو کسی ایک نے بھی ضاد کو ظاء نہ پڑھا بلکہ مخالفین یعنی وہابی دیوبندی فرقہ کے مقتدر نجدی آئمہ وحفاظ اور علماء بھی ضاد کو ضاد ہی پڑھتے ظا کا لہجہ کسی سے نہ سنا گیا۔

نتیجہ: اس تاریخی تحقیق نے ثابت کردیا ہے کہ جو لوگ ضاد کو زا یا ظاء سے پڑھتے ہیں یا تو وہ لوگ غیر مقلد دیوبندی یا شیعہ یا خارجی یا بدعقیدہ نیچری وغیرہ ہوتے ہیں اور اپنے آپ کو چھپاتے ہیں یا وہ لوگ ہیں جنہوں نے شیعہ غیر مقلد نیچری دعویٰ سے علم پڑھا ہے۔ ان کو یہ تمیز نہیں کہ ہم ضاد سے پڑھتے ہیں یا ظاء سے اور جو صفتِ استطاعت ضاد سے خاص ہے وہ ادا ہوتی ہے یا نہیں۔ اور یہ نہیں دیکھتے کہ ضاد کے بجائے ظاء پڑھنا اہلِ عجم کی ضاد سے اور عجمی شیعہ تحریف کرکے ضاد کو زا سے یا ظا سے یا ذال سے پڑھتے ہیں۔ ہمیں اس غلط رَوِش سے بچنا لازمی اور ضروری ہے اور قرآن کے ہر حرف کو اسی طرح پڑھیں جیسے تمام اہلِ عرب حافظ قاری عالم فاضل برابر ضاد پڑھتے آئے ہیں اور اب بھی پڑھتے ہیں اور قیامت تک پڑھتے جائیں گے۔ ان شاء اللہ

اس موضوع پر بہترین رسالہ ''الجام الصادعن سنن الضاد'' تصنیف عالم حقانی فاضل ربانی اہل سنت مولوی احمد رضا خان صاحب سنی حنفی قادری بریلوی کی ہے اس میں لکھا ہے کہ ضاد کو قصداً ظاء پڑھنا حرام قطعی ہے۔ ایسے لوگوں کی نماز باطل ہے۔[27] دال پڑھنے میں یہ تفصیل حق ومرضی ہے مشابہت سے بچنے کی یہ سبیل جلی (واضح) ہے دیگر یہ کہ طائفہ جدیدہ جس نے قصداً ظا پڑھنا ٹھہرالیا ہے۔ اس کی نماز باجماع ائمہ متقدمین واتفاق اجلہ متاخرین قطعاً باطل وفاسد ہوجاتی ہے کبھی وَ لَا الضَّآلِّیْنَ تک بھی نہیں پہونچنے پاتی پہلے جہاں "مغضوب" کے بدلے "مغظوب" پڑھا نماز رُخصت (نہیں) ہوئی آگے افعال بے معنی کئے جائیں۔[28]

عباراتِ فقہاء ومحدثین

فقہاء کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے ایک حرف کو دوسرے حرف کے بجائے قصداً بدلنا کفر ہے کیونکہ اس طرح سے یہ تحریفِ قرآن (قرآن کی تبدیلی) لازم آتی ہے اور تحریفِ قرآن بالاتفاق کفر ہے۔ اور ہم قواعدِ تجوید میں ثابت کریں گے کہ ض، ظ، آپس میں متباین ومتغایر (متضاد) ہیں۔ جب یہ قاعدہ سمجھ لیا تو اب وَ لَا الضَّآلِّیْنَ پڑھنے والے گروہ کو دیکھئے تو ضاد کو عمداً ظاء پڑھتے ہیں۔ ان کی تحریف قرآنی کا یقین کوئی نہیں کرتا تو نہ کرے لیکن ضاد کو ظاء پڑھنے کا تو اسے یقین ہے کیونکہ وہ صاف صاف محسوس ہورہا ہے اب فقہاء کرام کے عبارات پڑھیئے جبکہ فقہاء کرام نماز فسادیوں کو کافر بھی لکھتے ہیں۔

(۱) محیط برہانی میں ہے: سئل الامام الفضلی عمن یقرؤ الظاء المعجمتہ او علی العکس فقال لا تجوز امامتہ ولو تعمد یکفر۔

(۲) منح الروض الازہر میں ہے: کون تعمدہ کفرا لا کلام فیہ

(۳) عالمگیری میں ض یا ظاء کی جگہ عمداً ز پڑھنے کو کفر لکھا:

---

[27] (بدرالانوار، از نجم الہدیٰ، 38/1، مقام اشاعت: کولکاتا، انڈیا سن اشاعت 1905ء)

[28] (فتاویٰ رضویہ، کتاب الصلاۃ، باب القرآۃ، 318/6، مطبوعہ رضا فانڈیشن لاھور، 1415ھ/1994ء)

حیث قال سئل عمن یقرء الزا مقام الضاد قراء اصحاب الجنة مقال اصحاب النار قال لایجوز امامة ولو تعمد یکفر اھ فی النسخه الھندیة الضاد معجمة وفی المصریة الضاد وکل محتمل والحکم لایتبدل[29]

اس سے ظالین پڑھنے والوں اوران کی نماز کے فساد کا حکم صادر فرمایا۔

(۴) قاضی عیاض قدس سرہ شفاء شریف میں لکھتے ہیں کہ

وقد أجمع المسلمون على---------أن من نقص منه حرفا قاصدا لذلك، أو بدله بحرف آخر مكانه، أو زاد فيه حرفا مما لم يشتمل عليه المصحف الذي وقع الإجماع عليه وأجمع على أنه ليس من القرآن عامدا لكل هذا. أنه كافر[30]

یعنی بے شک اہل اسلام کا اجماع ہے کہ جس نے قرآن کا کوئی حرف عمداً گھٹایا یا اس کے عوض دوسرا پڑھایا یا کوئی ایسا حرف زائد کیا جو مُصْحَف شریف کا نہیں اور عمداً ایسے کرتا ہے تو شخص بالاتفاق کافر ہے۔

فائدہ: جو لوگ ضاد کو ظاء عمداً پڑھتے ہیں آزما کر دیکھئے جیسے ہم نے بھی آزمایا ہے۔ یہ لوگ خود تو پڑھتے ہی ہیں مگر دوسروں کے ایسے پڑھنے پر مجبور کرتے ہیں اور جو نہیں پڑھتے ان سے ان کا جھگڑا شروع ہو جاتا ہے۔

(۵) عالمگیری میں ہے:

ما كان في كونه كفراً اختلاف، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح، وبالتوبة، والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط[31]

یعنی جس مسئلے کے کفر میں اختلاف ہو اس کے قائل کو تجدید نکاح اور توبہ اور اس فعل سے رجوع کرنے کا احتیاطاً حکم کیا جائے گا۔

فائدہ: عمداً ضاد کو ظا پڑھنے کے کفر میں اختلاف نہیں بلکہ یقین ہے تو اب اس کے متعلق ناظرین کیا فرمائیں گے۔

(۶) حضرت ملا علی قاری رحمۃاللہ علیہ شرح جزری میں لکھتے ہیں:

قال بحر: فلو بدل ضاداً بظاء عامداً بطلت صلاته على الأصح لفساد المعنى[32]

یعنی جو شخص ضاد کے بجائے عمداً ظاء پڑھتا ہے صحیح قرینہ (دلیل) یہ ہے کہ اس کی نماز فاسد ہے۔

(۷) یہی حضرات شرح مقدمۃالجزری میں اور ابو نعیم بدخشانی رحمۃاللہ علیہ نے فرید الفواد شرح جزری میں اس بیت،

والضاد باستطالةٍ ومخرجٍ تُمَيَّزُ عن الظاء، وكلُّها نجي[33]

---

[29] (فتاویٰ رضویہ، کتاب الصلاۃ، باب القرآۃ، 305/6، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور، 1415ھ/1994ء)

[30] (الشفا بتعريف حقوق المصطفى، القسم الرابع، الباب الثالث في حكم من سب الله تعالى وملائكته وأنبياء وكتبه وآل النبي صلى الله عليه وسلم وأزواجه وصحبه، الفصل التاسع الحكم بالنسبة للقرآن، 647/2، مطبوعه دار الفيحاء – عمان الطبعة: الثانية 1407 ھ)

[31] (الفتاوى الهنديه، كتاب السير، الباب العاشر فى البغاة، 283/2، الناشر: دار الفكر الطبعة: الثانية، 1310 ھ)

[32] (منح الفكريه شرح مقدمة الجزريه، باب التحذيرات، 43/1، شركة مكتبة ومطبعه مصطفى البانى مصر، الطبعة الاخيرة، 1367ھ/1948ء)

[33] (منح الفكريه شرح مقدمة الجزريه، مطلب ادغام للمتجانسين، 38/1، شركة مكتبة ومطبعه مصطفى البانى مصر، الطبعة الاخيرة، 1367ھ/1948ء)

کی شرح میں فرمایا کہ امام الائمہ عثمان مُلقّب ابو عمر الدانی نے اَخیر میں مقدمہ کے کہ تمام قراء القراءاُن کے خوشہ چین(فیض حاصل کرنے والے)ہیں۔فرمایا تحقیق،تھےکُل فقہاء ہرگز نہیں نماز پڑھتے تھے پیچھے اس شخص کے جو ضاد فصیحہ کو صاف نہیں پڑھتا تھا اور مشابہ ظا کے پڑھتا تھا۔درحقیقت امر یونہی ہے بالکل بدل جاتے ہیں اور نماز فاسد ہوتی ہے۔اگر کوئی کہے کہ ضاد کو مخرج سے ادا کرتے ہیں اور سننے والوں کو مشابہ ظا یا ظاد کے معلوم ہو تو بیشک سب مقتدیوں کی نماز فاسد و باطل ہو جائے گی جب امام صاف پڑھے گا تو سننے والے مقتدی بھی ویسا ہی سنیں گے اور خود امام ہی غلط پڑھے گا تو سننے والے مقتدیوں کی نماز بھی باطل ہو جائیگی اور کفر لازم آئے گا۔اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔حمیدی و جامع الاصول میں تفصیل دیکھئے۔

(۸)یہی حضرت ملا علی قاری رحمۃاللہ علیہ اپنی مشہور کتاب شرح فقہ اکبر فصل فی القرأۃ والصلوٰۃ میں لکھتے ہیں:

وفی المحیط سئل عن الامام الفضلی عمن یقرأ الظاء المعجمة مکان الضاد المعجمة الی ان فقال لا تجوز امامته ولو تعمد یکفر[34]

یعنی محیط میں ہے امام فضلی سے ظاء کو ضاد کے بجائے پڑھنے والے کے متعلق پوچھا تو اُنہوں نے فرمایا ایسے شخص کی امامت صحیح نہیں بلکہ اگر عمداً پڑھتا ہے تو کافر ہے۔

(۹)جامع الفصولین میں کلماتِ کفریہ کی بحث میں لکھا ہے کہ

سئل عمن یقرأ الزاي مقام الصاد وقرأ أصحاب الجنة مقام أصحاب النار قال: لا تجوز إمامته ولو تعمد یکفر[35]

یعنی جو آدمی ضاد کی جگہ ظاء پڑھے اور اصحاب الجنہ کی جگہ اصحاب النار پڑھے اس کی امامت کو بہر حال جائز نہیں(خواہ عمداً پڑھے یا سہواً)اگر عمداً پڑھتا ہے تو کافر ہو گیا۔

(۱۰،۱۱)فتاویٰ احناف میں ہے:

اذا قرء مکان الظاء ضاد او مکان الضاد ظاء فقال القاضی المحسن الاحسن: أن یقال: إن تعمد ذلك تبطل صلاته، عالماً کان أو جاهلاً. أما لو کان مخطئاً، فأراد الصواب فجری هذا علی لسانه أو لم یکُن ممن یمیّز بین الحرفین، فظن أنه قد أدّی الکلمة کما هي، فغلط جازت صلاته[36](عالمگیری جلد ا صفحہ ۳۱،ردالمحتار جلد ا صفحہ ۴۴۴)

یعنی جب ظا کی جگہ ضاد یا ضاد کی جگہ ظاء پڑھا پس قاضی محسن نے کہا بہترین قول یہ ہے کہ اگر اُس نے قصداً ایسا کیا ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی خواہ عالم ہو یا جاہل۔ اگر صحیح حرف ادا کرنے کی کوشش میں غلط حرف زبان پر آ گیا یا وہ دو حرفوں میں تمیز نہ کر سکتا تھا تو وہ لفظ تو اُس نے بہر حال غلط ہی پڑھا لیکن نماز ہو جائے گی

(۱۲)خزانۃ الفتاوی میں ہے:

---

[34] (منح الروض الازهر شرح فقه الاکبر، فصل فیما یتعلق بالقرآة والصلاة، 457/1، مطبوعه دار البشارة الاسلامیه، الطبعة الاولی، 1419ھ/1998ء)

[35] (الفتاوی الهندیه، کتاب السیر، الباب العاشر فی البغاة، 281/2، الناشر: دار الفکر الطبعة: الثانیة، 1310ھ)

[36] (حلبة المجلي وبغیة المهتدي في شرح منیة المصلي وغنیة المبتدي للکاشغري، فصل في زلة القاري، 482/2، الناشر: دار الکتب العلمیة: 2014م)

(خزانة الأکمل في فروع الفقه الحنفي، مسائل الکتب في القرأة، 662/4، الناشر: دار الکتب العلمیة: 2014م)

غیر المغضوب بالظاء و الظالمین بالذال او بالضاد قال بعضھم لا تفسدھم ابو القاسم الصغار ومحمد بن سلمة وکثر من المشائخ افتوابه لعموم البلوی فان العوام یعرفون مخارج الحروف وقال امام ابو المحسن والقاضی الا مام ابو العاصم ان تعمد ذالک تفسدوا ان جری علی لسانه اوام یکن ممن یمیز بین الحرفین لاتفسد۔

غیر المغضوب کو ظاسے پڑھنا یا ظالمین کو ضاد سے پڑھنا۔ بعض نے کہا کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور وہ ابوالقاسم صغار اور محمد بن سلمہ ہیں اور بہت سے مشائخ نے اس پر عموم بلوی کی وجہ سے فتویٰ دیا کہ کیونکہ عوام مخارج حروف کو نہیں پہچانتے اور امام ابو محسن اور قاضی امام ابوالعاصم نے کہا اس نے جان بوجھ کر ایسے پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر اس کی زبان پر قصداً جاری ہوا یا وہ ان دو حرفوں کے درمیان تمیز نہ کر سکتا تھا تو نماز فاسد نہیں ہو گی۔[37]

فقیر اُویسی غفرلہ اور حوالہ اور عبارات بھی لکھ سکتا ہے لیکن یہاں انہی عبارات پر اکتفا کرتا ہے۔

فائدہ: اسی مسئلہ میں غیر مقلدین اور شیعہ اور دیگر مذاہب تو مخالفت کریں۔ انہیں اختلاف سجتا ہے کیونکہ یہ مسئلے ان کے اکابر کا ایجاد کردہ ہے لیکن افسوس دیوبندیوں پر ہے کہ دیدہ دانستہ محض ہم اہل سنت کے ساتھ معاندت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ضاد کو عمداً ظاء پڑھتے ہیں۔ باوجود یہ کہ ان کے اکابر ہماری طرح اس مسئلہ میں فساد الصلوٰۃ کا فتویٰ صادر کرتے ہیں چنانچہ ان کے ایک مجدد اور قطب کے فتاویٰ ملاحظہ ہوں۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنے فتاویٰ امداد جلد ۱ صفحہ ۱۲۷ میں لکھا:

سوال: ضاد کو کس طرح پڑھنا چاہیے اور اکثر فقہاء کا قول کیا ہے اور اکثر کتب دینیات میں اس کا ذکر میں کیا لکھتے ہیں؟

جواب: فی الجزریة والضاد من حافته اذالی الا ضراس من الیسر او لینا ھا۔

جب مخرج معلوم ہو گیا تو ضاد کے ادا کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ اس کے مخرج سے نکالا جائے۔ اب اس نکلنے سے بوجہ عدم مہارت خواہ کچھ ہی نکلے عفو ہے اور اگر قصداً دال یا ظاء پڑھے وہ جائز نہیں۔ جیسا بعض نے دال پڑھنے کی عادت کرلی ہے اور بعض نے فقہاء کے کلام میں یہ دیکھ کر کہ ضاد مشابہ ظاء ہے ظاء پڑھنا شروع کر دیا حالانکہ مشابہت کی حقیقت صرف مُشَارَکَتٌ فِیْ بَعْضِ الصِّفَاتِ (بعض صفات میں شریک ہونا) ہے اور مشارکت فی بعض الصفات سے اتحادِ ذات (ذات کا ایک ہونا) لازم نہیں آتا۔ رہا قاضی خان کی اس جزئی سے: لوقرأو الضالین لاتفسد صلواۃ۔

یعنی ظاء پڑھنے کی اجازت سمجھ لینا اس کو دوسری جزئیات قاضی خان کی رد کرتی ہیں۔

وھی ھذا ولو قرأو العادات ظبحاً بالظاء تفسد صلواته اھوکذالو قرأغیر المغضوب علیھم بالظاء او بالذال تفسد صلواته وامثال ذالک من الفروع المتعددة۔ واللہ اعلم (۱۰ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ، تجوید ۱۲۷)[38]

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے اپنے فتاویٰ رشیدیہ جلد ۱ صفحہ ۳۷ میں ضاد کو ظاء پڑھنے کے سوال کے جواب میں لکھا کہ:

جواب: د، ظ، ض، کے حرف جداگانہ اور مخارج جداگانہ ہونے میں تو شک نہیں ہے اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ قصداً کسی حرف کو دوسرے کے مخارج سے ادا کرنا سخت بے ادبی اور بسا اوقات فساد نماز ہے مگر جو لوگ معذور ہیں اور ان سے یہ لفظ اپنے مخرج سے ادا نہیں ہوتا اور وہ حتی الوسع کوشش کرتے رہتے

---

37) (فتاویٰ رضویہ، کتاب الصلاۃ، باب القرآۃ، ج6، ص309 الی 310، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور، 1415ھ/1994ء)

38) (امداد الفتاوی، جدید مطول حاشیہ، کتاب الصلاۃ، باب التجوید، سوال نمبر 233، 26/2، مطبوعہ زکریا بک ڈپو، انڈیا، الھند)

ہیں۔ان کی نماز بھی درست ہے اور دال پر ظاہر ہے کہ خود کوئی حرف نہیں ہے بلکہ ضاد ہی ہے اپنے مخرج سے پورے طور پر ادا نہیں ہوا تو جو شخص "دال" خالص یا "ظا" خالص عمداً پڑھے۔اس کے پیچھے تو نماز نہ پڑھیں مگر جو شخص دال پُر کی آواز میں پڑھتا ہے آپ اس کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

اسی صفحہ پر اسی سوال کے مطابق پھر لکھا کہ

جواب: اصل حرف ضاد ہے اس کو اصلی مخرج سے ادا کرنا واجب ہے اگر نہ ہو سکے تو بھی نماز ہو جائے گی۔**فقط واللہ اعلم تعالیٰ**[39]

بندہ رشید احمد گنگوہی

ایک بہت پرانا فتویٰ: ذیل میں ہم ایک پرانا فتویٰ درج کرتے ہیں جو ایک صدی پہلے اسی مسئلہ پر علماءِ کرام نے جواب تحریر فرمایا پڑھ کر اہل انصاف خود انصاف فرمائیں۔(بیان میں استفتاء ضاد عربی کی نقل خلاصہ فتویٰ ضاد عربی مطبوعہ حنفی دہلی)

سوال: ولا الضالین کو عربی طریقہ سے ادا کریں یا فارسی طریقہ سے ساتھ آواز ظالین کے؟

جواب: مَخرَج اس کا نہ خالص دال ہے نہ ظا بلکہ دونوں سے جدا پڑھا جاتا ہے اور جو کوئی ضاد کو مَخرَج بالظاء پڑھے نماز اس کی فاسد ہو جائیگی۔

هكذا فى كتب الفقه و لو قرء ماضطرر تم بالظاء تفسد صلواة

یعنی جس نے ماضطررتم کو مظطررتم پڑھا نماز فاسد ہو جائے گی۔

ولو قرء غير المغضوب بالظاء او بالذال تفسد صلواته

یعنی جس نے غیر المغضوب ظاء یا ذال سے پڑھا نماز اس کی فاسد ہو جائے گی۔

اور اسی طرح "ضالین" عمداً "دالین" پڑھا تو بھی نماز فاسد ہو جائے گی لیکن اکثر علماء کا فتویٰ ہے کہ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ مَخرَج بالدال پڑھے۔

کماقال اللہ تعالیٰ: اِنَّآ جَعَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا[40]

حدیث نبوی: اقرء والقرآن بلحون العرب واصواتها الخ[41]

پس نص اور حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن عربی میں ہے ساتھ لہجہ اور آواز عرب کے پڑھا جائے۔سو تمام اہل عرب بالاتفاق وَ لَا الضَّآلِّيْنَ کو مخرج بالدال پڑھتے ہیں اور اسی طرح علمائے ہند کا تیرہ سو برس سے سوائے غیر مقلدین کے اتفاق ہے اور اگرچند فقیہ خارج اتفاق ہوئے تو یہ امر قابل اعتبار نہیں۔اس لئے کہ اطلاق قلت کا کثرت پر محال ہے اور اس پر طرہ یہ ہے کہ دعویٰ غیر مقلدین بلا دلیل ہے۔در صورت یہ کہ لوگ اپنے آپ کو عامل بالحدیث بناتے ہیں اور اس کے برخلاف وقت دعویٰ اقوال فقہاء سے تَمَسُّک (دلیل اخذ) کرتے ہیں۔کسی آیات واحادیث سے ولا الضالین کو ولا الظالین کا ثبوت نہیں

---

39)(فتاوی رشیدہ، کتاب الصلاۃ، قرآۃ و تجوید کا بیان، ج1، ص590 الی 591، مطبوعہ المکتبۃ الحنفیہ)

40) (الزخرف:۱) **ترجمہ:** ہم نے اُسے عربی قرآن اُتارا

41) (مشكاة المصابيح ، كتاب فضائل القرآن ، باب آداب التلاوة و دروس القرآن ، الفصل الثالث ، 675/1 ، الحديث2207 ، الناشر: المكتب الإسلامي – بيروت الطبعة: الثالثة، 1985ء)

دیتے اور یہ لوگ بہت بڑا مُغالَطہ عام لوگوں کو یہ دیتے ہیں کہ تم لوگ حوض، قاضی، وضو میں حرف ضاد عجمی کیوں بولتے ہو اگر حرف ضاد عربی ہے تو تم ظاء کیوں کہتے ہو؟ اس مُہْمَل خیال کا جواب یہ ہے کہ یہ کلام الناس ہے کہ ہم لوگ عجمی ہیں کہ اپنے محاورے کے مطابق کلام کرتے ہیں اور وَ لَا الضَّآلِّیْنَ کلام اللہ ہے اس کے تبدیل سے حرمت اور فساد نماز کا سبب ہوتا ہے۔

«إن هذه الصلاة لا يصلح فيها شيء من كلام الناس۔»[42](رواہ مسلم)

اور واپسی بارے میں جناب مولوی محمد قاسم نانوتوی مرحوم[43] مغفور نے میاں جی گھسیا صاحب کو درباب تقلید و تراویح وَ لَا الضَّآلِّیْنَ کے لکھا مشفق من پڑھنا وَ لَا الضَّآلِّیْنَ کا جو ہمیشہ سے علماء و قراء و حفاظ و عالم لوگ جس طرح پڑھتے ہیں اسی طرح حرمین شریفین میں بھی پڑھایا جاتا ہے پس معلوم نہیں آج کل کے عالم کس وجہ سے ایسی نامعقول باتیں کہہ دیتے ہیں اور اہل اسلام کیوں ایسی باتیں تسلیم کر لیتے ہیں۔

نوٹ: یہ فتویٰ ۱۳۲۹ھ، ۱۹۱۱ء مَطْبَعْ مجیدی کانپور میں مجموعہ مولوی شریف کے ساتھ شائع ہوا۔ اُس وقت مقلدین وغیر مقلدین آپس میں برسرِپیکار تھے جس پر جانِبَیْن سے ہزاروں کتابیں شائع ہوئیں اور درجنوں مسائل میں اختلاف برپا ہوا مِنْ جُمْلَہ (خلاصہ) ان کے ایک یہی ضاد کو ظاء سے پڑھنا بھی تھا۔

ھدایات:

(۱) قرآن پڑھتے وقت ہر حرف مُنَزَّلٌ مِنَ اللّٰہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا ہوا) کا قصد رکھیں۔

(۲) ہر حرف کا مخرج اور طریقہ استعمال سیکھیں۔

(۳) بقدرِ ضرورت اس کے برتنے میں کمی نہ کرے تواب جو کچھ بھی ادا ہو گا بشرائط معلومہ اس کی اپنی نماز کی صحت اور اپنے اِمْثَالْ (مثال پیش کرنے) کے لئے جوازِ امامت ہی کا فتویٰ ہو گا کہ دشواری مُتَحَقَّقْ (ثابت) ہو گئی اور عذر واضح ہو چکا اور عُسْرٍ یُسْرًا[44] (مشکل کے بعد آسانی) کا مُوْجِبْ (ثبوت) ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا[45]

اور فرمایا: یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ[46]

وقال اللّٰہ تبارک تعالیٰ: وَ مَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ[47]

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: يسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا۔ (رواہ الشیخان عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

---

[42] (الصحيح المسلم، كتاب الصلاة، باب تحريم الكلام في الصلاة، 381/1، الحديث، 537، الناشر: دار إحياء التراث العربي – بيروت)

[43]) صاحبِ فتاویٰ نے ایسے لکھا ہے اور ہم اسے مرحوم و مغفور نہیں کہتے کیونکہ اس نے ختمِ نبوت کا انکار کیا ہے۔ اُویسی

[44]) (الطلاق:۶)

[45]) (البقرۃ:۲۸۶) **ترجمہ:** اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر

[46]) (البقرۃ:۱۸۵) **ترجمہ:** اور دنوں میں اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا

[47]) (الحج:۷۸) **ترجمہ:** اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی

پھر ایسی حالت میں عندالانصاف اشتراکِ صفات (صفات کا شریک ہونا) خواہ اشتباہِ اصوات (آواز کا مشابہ ہونا) کسی کی تخصیص نہیں ہو سکتی جو برائے عجز ہے اختیاری نہیں اور غیرِ اختیاری پر حکم جاری نہیں۔[48]

تبدیلِ حروف میں صورتیں تین ھیں:

(ا) عمد (۲) خطا (۳) عجز

ہمارے ملک میں دربارہ ض (ضاد کے سلسلے میں) صورتِ خطا کہ "باوصف قدرت براہ لغزش غلط نکل جائے نادرالوجود ہے۔"[49] اس کا حکمِ اجمالی یہ کہ بحالِ صحتِ معنی نماز صحیح (معنی درست نماز درست)۔

خلافا الا بی یوسف فیما اذالم یکن مثله فی القران

ورنہ نزد مذہب سیدنا امام اعظم و مُحرّرِ مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما مطلقاً فاسد اور اگر یہ بدلا ہوا کلمہ قرآن عظیم میں کہیں نہیں تو امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی اتفاق ہو کر باجماع ائمہ متقدمین نماز باطل ہے اور اقوالِ متاخرین کثیر و مُضْطَرِب ارفق و آسانی ان میں ہے اور احتیاط فی الدین (دین میں احتیاط) کے مناسب بھی یہی ہے اور عمدً (جان بوجھ کر کرنے) کا حکم وہی کہ قرآن عظیم میں مطلقاً حرام و کبیرہ شَدِیْدَۃُ الْفَسَادْ (بہت زیادہ فساد کا باعث) اور در صورت یاجب اس مبدل (تبدیل شدہ) کو وَحِیِ منزّل (وحی) ٹھہرائے۔ قطعاً حکم کفر وارتداد طائفہ جدیدہ ظائیہ (ظاء پڑھنے نئے گروہ) کی نماز بلاشُبہ فاسد و باطل۔ مغضوب سے بڑھ کر ظالین تک بھی غیر واصل اور یہی حکم قصداً تبدیلِ دال و قرأتِ مَغْدُوْب کو بھی شامل ہے۔ عجز کہ یہاں اکثر بنائے روزگار اسی میں گرفتار ہیں اس میں تاحدّ قُدرتِ اصلاح و تصحیح و قصدِ صحیح حرفِ صحیح (حتی الامکان حرف کی درستگی ادائیگی) ضرور واجب ہے اور اُس کے ترک سے نماز ذمہ پر دَیْن (قرض) اور بعد مراعاتِ شرائط (شرائط کی رعایت کرنے کے بعد) جو کچھ ادا ہو جو آواز پیدا ہو۔ تیسرا صحتِ نماز پر (نماز کی درستگی پر) فتویٰ لِتَعَسُّرِ الْمَرَیٰ وَ تَكَثُّرِ الْبَلْوٰی (باعثِ دشواری اور اکثر لوگوں کے مشغول ہونے کی وجہ سے) ہے۔ خلاصہ یہ کہ خطاو عجز کے قطعِ نظر عمداً ضاد کو پڑھا جارہا ہے اور یہ کفر اور قرآن کی تحریف ہے۔ اسی لئے مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ پڑھنے والوں کو پرکھیں اور یقین کریں کہ وہی خارجی ہیں جو اسلام میں رَخنہ اندازی (فتنہ وفساد) کے در پے ہیں ان سے بچیں اور نہ ان کے پیچھے نماز پڑھ کر نماز ضائع کریں۔[50]

فقیر ذیل میں ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ مَخرج لکھتا ہے تاکہ مسئلہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

مخارجِ حروف کے بیان میں	
ء۔ ھ	ابتدائے حلق سے۔
ع۔ ح	وسط حلق سے۔
غ۔ خ	انتہائے حلق سے۔

48) (فتاوی رضویہ، کتاب الصلاۃ، باب القرآۃ، 321/6،، مطبوعہ رضا فانڈیشن لاہور، 1415ھ/1994ء)

49) ضاد کی صفت کے ساتھ ادائیگی پر قدرت ہوتے ہوئے بطور خطاء غلط نکل جائے یہ اسکا وجود شاذ ونادر ہے۔ اجمالاً حکم یہ ہے کہ اگر معنی میں خرابی نہیں ہے تو نماز درست ہے۔

50) (فتاوی رضویه، کتاب الصلاة، باب القرآة، 322/6،، مطبوعه رضا فائڈیشن لاهور، 1415ھ/1994ء)

ق	ابتدائے بیچ زبان اور اُوپر کے تالو سے۔
ک	ابتدائے بیچ زبان اور اُوپر کے تالو سے، قاف کے مخرج سے تھوڑا ساہٹ کر۔
ج۔ش۔ی	زبان کے درمیان اور اُوپر کے تالو کے درمیان سے۔
ض	زبان کے کنارے اور دانتوں کے گرہ کے پاس سے یعنی سارے کنارے زبان کے لگانے سے بائیں طرف کے اُوپر داڑھوں کی جڑ سے یا سیدھی طرف سے مگر بائیں طرف سے آسان ہے۔
ل	زبان کی نوک کے پاس اور اُوپر کے تالو سے۔
ن	زبان کے سر اور اُوپر کے دانتوں کے نیچے سے۔
ر	زبان کے سر اور اُوپر کے دانتوں کے نیچے سے بعد نون کے مخرج کے۔
ط۔د۔ت	زبان کے سر اور اُوپر کے دانتوں کی جڑ سے۔
ظ۔ز۔ث	زبان کی نوک اور اگلے دانتوں کے کنارے سے۔
س۔ص۔ذ	زبان کی نوک اور اگلے دانتوں کے درمیان سے۔
ف	نیچے کے ہونٹ کے اندر اور اُوپر کے دانتوں کے کنارے سے۔
ب۔م۔و	ہونٹوں کے بیچ میں سے۔
ا	فضائے دہن سے یعنی الف تو فقط ایک ہوا ہے کہ اندر سے نکلتی ہے۔[51]

باب دوم: دلائل از قواعد و قوانینِ تجوید

اب ہم علم تجوید کے قواعد و قوانین سے ثابت کریں گے کہ ضاد کو ظاء اور دال وغیرہ پڑھنا غلط ہے۔ قبل اس کے کہ یہ فقیر اس کے قواعد و قوانین معرِضِ تحریر میں لائے ضروری سمجھتا ہے کہ جملہ حروف کے مخارج کی تحقیق لکھے۔ سب سے پہلے یہ معلوم ہو کہ ض، ظ، ذ، ز، معجمات تمام حروف متبانیہ متغایرَہ(ایک دوسرے سے جداجدا) ہیں۔ کسی کو ایک دوسرے کی جگہ پڑھنا قصداً بدلنا قطعی حرام ہے[52] جیسا کہ تصریحات گزریں چونکہ ضاد کا مخرج مشکل ہے اسی لئے اسے ہم تفصیل سے لکھتے ہیں۔

مَخْرَجِ ضاد: زبان کی داہنی یا بائیں کروٹ ہے۔ یوں کہ اکثر پہلوئے زبان نوک کے قریب تک اسی جانب کی اُن بالائی داڑھوں سے جو وسطِ زبان (زبان کے درمیانی حصہ) کے مُحَاذِیْ(مقابل) ہیں قریب ومُلَاصِقْ (قریب و متصل) ہوتا ہوا کُچلیوں[53] کی طرف دراز (لمبا) ہو۔ یہاں تک کہ شروع مخرج لام "ل" تک بڑھے۔ زبان کی کروٹ تو داڑھوں سے مُتَّصِلْ ہوئی باقی زبان اُٹھتی ہوئی تالو سے نزدیکی پائے۔ دانتوں یا زبان کی نوک کا اُس میں کچھ حصہ نہیں۔ وہ ان قوی حرفوں میں ہے جو ادا ہوتے وقت اپنے مخرج پر اعتماد شدید مانگتے ہیں جس قدر سانس ان کی آواز میں سینے سے باہر آتا ہے سب کو اپنی کیفیت میں رنگ لیتے ہیں۔

---

[51] (الإتقان في علوم القرآن، النوع الرابع والثلاثون: في كيفية تحمله، ج1، ص347 الی 349، مطبوعه الهيئة المصرية العامة للكتاب الطبعة: 1394ھ/ 1974ء)

[52] (فتاوی رضویہ، کتاب الصلاۃ، باب القرآۃ، 305/6، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاھور، 1415ھ/1994ء)

[53] نوکدار دانت جو اگلے دانتوں کے متصل ہوتا ہے۔

کوئی پارہ (حصہ) سانس کا اُن کے ساتھ اُن کی آواز سے جدا چلتا معلوم نہیں ہوتا جب تک ان کی آواز ختم نہ ہو لے سانس بند رہے گا۔ ایسے حرفوں کو **مَجْهُوْرَهْ** کہتے ہیں اور ان کے خلاف کو **مَهْمُوْسَهْ** جن کا جامع **فَحَثَّهُ شَخْصٌ سَكَتْ یا سَتَشَحَّثُكَ خَصْفَهْ**۔ مثلاً ثائے مُثَلَّثَہ کو مُکَرَّرْ مُحَرَّکْ (تکرار و حرکت) کر کے بولئے۔

"ثثث" تو آواز (ثا) کے ساتھ ایک حصہ جدا معلوم ہو گا جو صوتِ ث (ثاء کی آواز) سے مُکَیِّفْ (ایک کیفیت کے ساتھ) نہیں، نفس (سانس) بند نہ ہوا۔ بخلاف مجہورہ کہ جس قدر دمِ ہنگام تلفظ (بہت مشکل تلفظ) ان کے ساتھ ہے۔ سب انہیں کی آواز سے بھر جاتا ہے اور جب تک وہ ختم نہ ہو اسی میں مَحْصُوْر و مَحْبُوْس رہتا ہے جیسے ززز ظظظ۔ یوں ہی ضضض۔

یہ امر قوتِ اعتماد کو لازم ہے کہ دہن یا حلق کے کسی حصے پر اعتماد قوی بے آواز بھی حابسِ دم (سانس کو روکنے والا) ہے۔ باایں ہمہ یہ ان نرم حرفوں میں ہے جو آواز کو بڑھنے، جاری رہنے سے نہیں روکتے۔ اُنہیں ساکن کر کے بولئے تو آواز بند نہ ہو جائے گی۔ یعنی ان کی صوت بظاہر آتی نہیں کہ ادا ہوتے ہی معاً مُنْقَطِعْ (ختم) ہو گئی بلکہ قابل تَدْرِیْجْ (جاری) ہے بڑھنے کی گنجائش رکھتی ہے ایسے حرف کو رخوہ کہتے ہیں۔ بخلاف ان کے طرفِ مقابل "شدیدہ" کے جن کا مجموعہ **اجد قط بکت یا اجدک قطبت** ہے مثلاً **اَج** یا **اَذ** یا **اُق** کہئے تو آواز فوراً بالکلیہ گرفتہ (بند) ہو جائے گی کہ حرف کی آواز پیدا ہوتے ہی معاً ایسی ختم و منقطع ہو گئی جس کی بُو بھی باقی نہ رہی اور حروفِ "متوسط" میں جن کا مجموعہ **لن عمر** یا **علی قول بزیادت حروف علت لم یروعنا** ہے۔ ایک حالت مَیانہ ہے کہ آواز کی وہ شان تو نہیں رہتی جو وقتِ حُدُوْث (نکلتے وقت) تلفظ ہے مگر انقطاعِ کلی (مکمل ختم) بھی نہیں ہوتا۔ ان کے ماورا رخواۃ ہیں مثلاً **اَذ**، **اس**، **اُظ** کو بڑھانے پر بھی آواز کی وہی شان رہتی ہے **ض** انہیں میں ہے۔ **بحمداللہ** اس بیان سے **ض** کی اپنی حالت بھی مُنْکَشِفْ (واضح) ہو گئی اور یہ کھل گیا کہ جب یہ کیفیت "رِخاوت" (اصطلاحِ تجوید) پائی جائے ہرگز "دال"، یا۔ ہم صوتِ "دال" (دال کی آواز کی طرح) ادا ہو نا نہیں کہ سکتے کہ "دال" شدیدہ کی خاص قلب و جان "شدت" ہے اس طور پر نکلنا محال ہے۔ سامعہ (سننے والوں) کو بوئے "دال" آنا اور بات ہے۔

مشابهتِ "د" سے کیونکر بچیں: اور حرف کا آواز دال پر ادا ہونا، اور ادا کرنے والے مشابہتِ "د" سے تو اس تقریرِ اَخیرِیٰ کا خیال کر کے بچ سکتے ہیں۔ جب دیکھیں کہ ادا میں رِخاوت آواز میں بڑھنے کی قابلیت ہے یقین جانیں کہ "د" سے بچ گئے۔ اگرچہ فرقہ طائیہ دَدَّبگھارا (شیخی بگھارا) کریں۔ اور اگر اول تا آخر جو کچھ ہم نے مخرج و صفات میں بیان کیا ٹھیک طور پر سب کی مراعات ہو جائے تو بعونہٖ تعالیٰ صحت ادا میں شبہ ہی نہیں۔ جب اس جگہ سے اس طور پر حرف نکلے گا وہ یقیناً ض ہی ہو گا نہ کہ غیر۔

کیا غلطیاں ہوتی ہیں کہ ض صحیح ادا نہیں ہوتا: فرق جو پڑتا ہے اس کا مَنْشَاءْ (چاہت) اِنہیں میں سے کسی بات کا رہ جانا ہوتا ہے۔ مثلاً!

(۱) زبان اگلے دانتوں کو لگی۔

(۲) یا زبان کی نوک سے کام لیا کہ وہ آغازِ مخرج "ل" کی طرف جھکی۔

(۳) یا پہلوئے زبان کا وسط داڑھوں کی جانبِ خِلاف کو چلا حالانکہ ان کی طرف میل درکار تھا۔

(۴) یا زبان تالو کی طرف نہ اُٹھائی۔

(۵) یا اُٹھانا چاہی مگر حرف کی دشواری یا غَرَابَتْ (نیا انوکھا لفظ ہونا) آڑے آئی کہ زبان دب گئی۔ کَمَا یَنْبَغِیْ (ادائیگی کی مطابق) اطباق نہ ہوا جس طرح لڑائی میں ناتجربہ کار کا ہاتھ باوصف قصد جھجک کر اُوچھل پڑتا ہے۔

(٦) یا اعتماد میں ضُعُف رہا کہ نفس (سانس) پورا محصور نہ ہوا۔

(٧) یا شانِ شِدَّتْ پیدا ہوئی جس نے آواز تدریجی سے آنی (عارض) کر دی۔

(٨) یا ان سب سے محفوظ رہا مگر مخرج لام تک "اِسْتِطَالَہ" (اصطلاح تجوید) نہ ہوا۔

یہ سب باتیں سیکھیے، ملحوظ رکھیئے، ورزش کیجئے، قابو میں لایئے پھر ض صحیح ادا نہ ہونا کیا معنی۔[54]

کذا قال سیدنا مولانا شاہ احمد رضا قدس سرہ فی رسالتہ "الجام الضاد" تحقیق انیق پڑھنے کے بعد کسی ایک حرف کو بھی ضاد سے تعلق نہیں۔ نہ ضاد کو دال کو نہ زاء کو نہ ذال کو وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ ہر ایک کا مخرج اپنا اپنا ہے اور ہر حرف ضاد سے اپنا جدا مخرج رکھتا ہے۔

ناظرین غور فرمائیں قواعدِ علم التجوید اور اس کے نقشہ سے ظاہر ہے کہ ضاد دانتوں سے نہیں آخری داڑھ سے نکلتی ہے اور ظاء کا مخرج دانتوں کا کنارہ کی زبان کی نوک ہے۔ فرقیست از کجا تاکجا (فرق کہاں سے کہاں تک ہے)۔ ہاں مُشْتَبِہُ الصَّوْتْ (ملتے جلتے آواز والے حروف) سے بعض کو بعض غلط فہمی ہوتی ہے۔ اس کے جوابات ہم نے پہلے لکھ دیئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ضاد اور ظاء تو بالکل قریب المخرج نہیں ہیں ہاں ضاد کی آواز دال مُفْخَمْ کے تلفظ اور اُس کی آواز سے اَقْرَبْ (زیادہ قریب) اور ملتی جُلتی ہے جیسا کہ تمام اہلِ زبان جن پر عربی زبان و قرائت کا دار و مدار ہے یعنی مکی، مدنی، مصری وغیرہ اور عَجَم کے سب قاری پڑھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عَجَم کے تمام اُمّی ان پڑھ معمولی آدمی دال کی طرح پڑھتے ہیں اور ہمیشہ سے پڑھتے آئے ہیں۔ اس پر اجماع ہے کہ ظا سے متعلق نماز نہیں ہوتی جو لوگ چند صفات کے تَشَارُکْ (ایک دوسرے میں شریک ہونے) سے جو درمیان ضاد و ظاء کے ہے ضاد اور ظاء کی آواز سے پڑھتے ہیں اور دوسروں کو بھی ایسا ہی پڑھنے کی تعلیم کرتے ہیں اور اسی کو صحیح سمجھتے ہیں یہ سراسر غلطی پر ہیں۔ کیونکہ بعض صفات و مخرج دونوں کے اشتراک سے حروف مُشْتَرَکْ الصِّفَاتْ وَالْمَخَارِجْ (صفات اور مخرج میں شرکت) کا ہم صوت (ہم آواز) خواہ عَسِیْرُ التمیز (باوجودِ تکلف جدا) ہونا لازمی و ضروری ہے بلکہ علاوہ اسماء کے ہر ایک حروف کا مُسَمّٰی (مکمل لفظ کی ادائیگی) بھی بوجہ اختلافِ مخرج (مخرج کے اختلاف کی وجہ کے ساتھ) خواہ بوجہ اختلاف کسی ایک صفت کے، ایک دوسرے کے صوتاً (بطور آواز) جدا و ممیز ہے۔ دیکھئے دال و تا میں بجز ایک "اِطْبَاقْ" (اصطلاح تجوید) کے کہ یہ صفت تا کی زائد ہے۔ اور کوئی فرق نہیں اگر یہ "اطباق" نہ ہوتا تو دال ہو جاتی۔ چنانچہ شرح جزریہ میں ہے: قال الرمانی وغیرہ لو لا الا اطباق صارت الظاء دا لا لانہ لیس بینھما فرق الا الا طباق

بایں ہمہ دونوں کی صوت و تلفظ میں کس فرق و بُعْدُ (دوری) دونوں حرفوں میں تمیز (جدائیگی) کتنی آسان و ظاہر ہے۔ ایسا ہی اکثر حرفوں کا حال ہے اور ضاد و ظاء میں تو سرے ہی سے مخرج ہی کا اصل فرق موجود ہے اور مزید بر آں صفتِ "استطالہ" کا بھی جس کی وجہ سے وہ ظا سے بالکل جدا و مُمَیَّزْ ہے اور اِشتراکِ مذکور اُس کی فرق و جدائی کا مانع (رکاوٹ) نہیں لہٰذا وہ فرق جدائی دال مفخم کی طرح پڑھنے میں حاصل ہوتی ہے جیسا کہ قرأ عرب کے پڑھنے اور ادا کرنے کا معمول ہے۔ اور نیز ضاد اور ظاء بوجہ اختلافِ مخارج مثل "ک" اور "ت" کے ہیں نہ مثل "س" اور "ص" کے۔ پس جس طرح ت و ک کے درمیان تمیز حاصل ہے اُسی طرح ض اور ظ میں بھی حاصل ہے۔ اور تمام کتابوں میں ضاد کو ظاء سے جدا اور الگ کر کے پڑھنے کا حکم ہے اور فرق حاصل نہیں ہوتا مگر دال مفخم کی طرح پڑھنے میں۔ کیونکہ اگر ظاء کی طرح پڑھا تو پھر دونوں میں فرق ہی کیا ہوا اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ جب دو حروف کا عَیْنِیَّتْ (اصل میں ایک جیسا ہونا) مُمْتَنِعْ اور

[54] (فتاوی رضویہ، کتاب الصلاۃ، باب القرآۃ، ج6، ص320 الی 321، مطبوعہ رضا فانڈیشن لاہور، 1415ھ/1994ء)

محال ہے تو پھر ض، عینِ ظ کیونکر ہو سکتا ہے لہٰذا جو لوگ ضاد کو قصداً عینِ ظ یا مشابہ ظ کے پڑھتے ہیں۔ وہ از روئے تجوید کے محض غلط پڑھتے ہیں کیونکہ ضاد اور ظاء کا علیحدہ علیحدہ مخرج ہے چنانچہ ملاحظہ ہو۔[55]

ضاد وظاء کے مخرج کا فرق: ضاد اور ظاء کے اصلِ مخرج میں بھی فرق ہے جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کر دیا ہے اور پھر صفتِ "استطالہ" (اصطلاحِ تجوید) سے تو ضاد ظاء بالکل جدا ہے۔ اسی لئے قرآء نے کہا ہے کہ ضاد اور ظاء کے مخارج میں وہی فرق ہے جو کاف اور فاء میں ہے اسے س، ص کی طرح قریب المخرج سمجھنا جہالت و حَمَاقَتْ (بے وقوفی) ہے کیونکہ تجوید کی تمام کتابوں میں ضاد و ظاء کے الگ الگ مخرج میں پڑھنے کا حکم ہے چنانچہ جہد المقل میں لکھا ہے:

فصرح باستطاله الضاد لیظهر الفرق عن الظاء و لذا قال ابن الجزری والضاد باستطاله و مخرج میز عین الظاء[56]

یعنی تصریح کی گئی ہے کہ ضاد مستطیل ہو تا ظاء اور ضاد میں فرق ہو اور ابن الجزری نے فرمایا کہ ضاد باصفتِ استطالہ کے وہ ظاء سے اپنا علیحدہ مخرج رکھتی ہے۔

(۲) شافیہ میں ہے: الضاد کالسین والظاء کالثاء والضاء کالباء والضاد الضعیفه والکاف کالجیم فمستهجنة[57]

اور شرح النظام علی الشافیه میں ضاد ضعیفہ (اصطلاح) کی تعریف میں لکھا ہے: التي یکون مخرجها بین الضاد و الظّاء[58]

اور مستهجنة کی تعریف میں لکھا ہے: ای قبیحة لاتوجد فی کلام الفصحاء

جب یہ ثابت ہوا کہ ضاد اور ظاء کے مخارج جدا جدا ہیں تو ضرور ہوا کہ دونوں کی آواز بھی جداگانہ بَیْنَ الْفَرْقْ نکلے ہر گز دونوں کی آواز ایک قسم کی نہ نکلے اور نہ دونوں ایک جنس کے قریب المخرج ہیں کہ پڑھنے میں ایک دوسرے سے مل جائے اور صفتوں میں مشترک ہونے سے یہ نہیں لازم آتا کہ دونوں کی آواز بھی ایک قسم کی نکلے اور فرق مشکل ہو۔ ایسا خام خیال کرنا اُنہیں حضرات کا کام ہے جو علمِ تجوید سے کورے (انجان) اور بے بہرہ (محروم) ہیں اس لئے کہ مخرج کے بدلنے سے ذات اور ماہیت حرف کی بدل جائے گی اور منشاءِ مخرج یعنی اِخْتِلَافُ الصَّوْتُ بَیْنَ الْفَرْقْ (دونوں کے درمیان آواز کا فرق) ضرور واجب ہے۔

ازالہ وہم: بعض صفات کے اشتراک سے ذات اور ماہیت حرف کی مشتبہ نہیں ہو سکتی کیونکہ تشبیہ کے وقت کہہ سکتے ہیں: زید اکالاسد

اس کے کیا یہ معنی ہونگے کہ زید کی ماہیت اور ذات شیر کے ایسی ہیں بامشتبہ الصورۃ ہو گیا کہ فرق دونوں میں مشکل ہے کیا زید انسانیت سے خارج ہو گیا اُس میں پوری حیوانیت بوجہ شجاعت کے آگئی ہر گز نہیں۔

مشتبہ الصوت کے وہم کا جواب: حروف خ میں پانچ صفتیں ہیں: مَھْمُوْسَه، رِخْوَہ، مُسْتَفِلَه، مُنْفَتِحَه، مُصْمَةَ اور حرف "د" میں بھی پانچ صفتیں مَجْھُوْرَہ، رِخْوَہ، مُسْتَفِلَه، مُنْفَتِحَه، مُصْمَةَ۔

فائدہ: دیکھئے چار صفت میں دونوں مشترک ہیں تو کیا ان دونوں کی ایک ہی قسم کی آواز نکلے گی اور کیا یہ دونوں مُشْتَبِہْ الصَّوْتْ (مشابہ آواز) کہی جائیں گی۔ ہر گز نہیں! بلکہ ایک صفت جو حدّ فاصل ہے یعنی "خ" میں مہوسہ، و "ذ" میں مجہورہ، اُس نے فرق دونوں حرفوں کا پیدا کر دیا۔ اسی طرح حرفِ سین اور حرفِ شین میں پانچ صفتیں ہیں: مهموسه، رخوه، مستفله، منفتحه، مصمة۔ کیا دونوں کی ایک ہی صورت اور آواز ہو گی ہر گز نہیں۔ بلکہ یہاں مخرج نے فرق پیدا کر دیا کہ اوّل کا مخارج زبان کا کنارہ اور اُوپر کا دندان ہے اور ثانی کا مخرج زبان کا وَسَط اور اُوپر کا تالو اور اول حرف "صَفِیْر" (اصطلاحِ تجوید) ہے دوم

---

55) (فتاوی رضویہ، کتاب الصلاۃ، باب القرآۃ، 312/6، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور، 1415ھ/1994ء)

56) (جهد المقل للمرشغي. المبحث الثاني فی صفات الحروف 160/1 . مطبوعه دار عمار للنشر والتوزیع . الطبعة الثانیة . 1429ھ/2008ء)

57) (الشافیه فی علم التصریف لابن حاجب . الادغام . المتفرع المستهجن . 401/1 . المکتبة المکیه . الطبعة الثانیه . 1435ھ/2014ء)

58) (شرح النظام علی الشافیة . الادغام . 694/1 دار الحجه للثقافه . مکان چاپ: قم ایران)

حرفِ "تَفَشّیْ" ہے اسی طرح حرفِ "خ" میں جو پانچ صفتیں ہیں بعینہٖ وہی پانچ صفتیں یعنی **مهموسه، رخوه، مستفله** حرفِ "ہ" میں ہے اب آواز "خ، و، ہ" کی صفات میں شریک ہونے کے سبب سے کیا ایک قسم کی نکلے گی؟ کیا یہ دونوں **خاو ها مشتبهه الصوت** کسی کے کہنے سے مان لئے جائے گے۔اب ان دونوں حرفوں میں کوئی صورتِ فارِقہ ایسی نہیں ہے کہ جس کے سبب سے کہا جائے کہ دونوں کی، دو آوازیں پیدا ہوں گی بجز اس کے کہ مخرج دونوں کے دو ہیں اور مخرج نے بتلادیا کہ دونوں کی دو طرح کی آوازیں ہونگی۔اول کا مخرج ادنیٰ حلق ہے مثلِ غَین کے یعنی حلق کے تمام منہ کی طرف اور ادنیٰ مُقابِل میں اَقصیٰ ہے اور دوسرے کا مخرج اقصیٰ حلق ہے مثلِ ہمزہ کے یعنی حلق کی تمامی سینے کی طرف پس صفات کے اِشتِراک سے مخرج ایک نہ ہوگا اور نہ دوں مخرج کے حرف کی ایک سی آواز نکلے گی۔"ض" ضعیفہ کا پڑھنا تمام ضاد عربیہ میں بہت بُرا ہے جیسا کہ بعض ہمارے دور کے معتزلہ (یعنی فرقہ وہابیہ) ضاد عربیہ کو قرآن میں ضاد ضعیفہ (اصطلاح) کر کے پڑھتے پڑھاتے ہیں۔

شافیہ میں ہے: **والضاد الضعيفة فستهجنة**[59]

تجوید کی معتبر کتابوں اور صحیح مرفُوعُ حدیث سے ثابت ہوچکا کہ عرب کے طرز اوران کے مخارِجْ (حروف کے نکلنے کی جگہ) اور صِفات (صفاتِ لازمہ وعارضہ) کے ساتھ عربی عبارت میں پڑھنا لازم اور عربی لہجہ میں عربوں کی طرح بالترتیل پڑھنا تو مَنْصُوصِ شرعی (ثبوتِ قرآنی) ہے اور عبارت حدیث شریف کی چونکہ عربی ہے اس لئے اُس کو بھی عرب لوگ مثلِ قرآن پاک کے بَرِعَایَتِ مخارجِ حروف وصفات (حروف کے مخارج وصفات کی رعایت کے ساتھ) پڑھتے ہیں اُس میں ضاد کو ظاد نہیں پڑھتے۔مسلمانوں کو چاہیے کہ اس فرقہ ٔطائیہ (فرقہ وہابی) کے دھوکے وفریب میں نہ آئیں بلکہ ہر شخص کو کوشش کرنا چاہیے کہ خوب مُسْتَعِدِیْ (تیاری) کے ساتھ کسی قاری یا صحیح پڑھنے والوں سے اپنے لڑکوں کو صحیح قرآن شریف پڑھانے کی پوری کوشش کریں اور خود بھی بقدرِ ضرورت پڑھ لیں تاکہ دشمنانِ اسلام کو قرآن پاک میں تَصَرُّف (کوئی حرکت) کرنے کا موقع باقی نہ رہے اور جو شخص ضاد ادا کر سکتا ہو تو اُس کو کوشش کر کے سیکھنا چاہیے اور جب تک سیکھ نہ لے اُس کو اِمامت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ وہ شرعاً معذور نہیں۔ایسا ہی کُتبِ فقہ اور خاص کر **عالمگیری** میں لکھا ہے اور اسی وجہ سے جو شخص ضاد کو ادا نہ کر سکتا ہو یا ظاء سے بدل کر پڑھتا ہو تو اُس کے پیچھے اقتدا کرنے کو علماء منع کرتے ہیں یہ نماز کا معاملہ ہے اس میں غفلت اور کسی کی مرَوَّت (رعایت) نہیں کرنی چاہیے بلکہ بَکَمالِ احتیاط (مکمل احتیاط کے ساتھ) ایسے لوگوں کے پیچھے اقتدا نہ کریں جن لوگوں کی نماز کے جواز یا عدم جواز میں فُقہاء کا اختلاف ہے۔وہ ایسے لوگ ہیں جو سہواً (غلطی سے) ایک حرف کی جگہ دوسرا پڑھ جاتے ہیں اور یہ لوگ تو قصداً ضاد کی جگہ ظ پڑھ جاتے ہیں۔دوسروں کو تعلیم وتاکید کرتے ہیں اور ہر طرح خود اِمامت کے واسطے سبقت کرتے ہیں جیسا کہ وہ حنفی کی اقتدا سے اِعراض کرتے ہیں۔ان سے زیادہ سنیوں، حنفیوں کو اُن سے اعراض کر کے الگ و دور رہنا چاہیے تاکہ ان بدعقیدوں خارجیوں کی گندی ہوا مثل طاعون، ہیضہ، کھجلی، چیچک کے نہ لگ پائے۔**الصبحته موثرة**

بے بصیرت را نہ باشد درحق وباطل تمیز	کوربک داند عصائے سحرواعجاز کلیم

انتباہ: جو لوگ اپنی نمازوں سے بے خبر ہیں اور تحرِیْف کر کے قرآن شریف میں گھٹاتے بڑھاتے ہیں اور نماز کو ضائع کر کے آپ بھی مستحقِ عذاب ہوتے اور دوسروں کو بھی نماز کا امام بن کر ظاد پڑھ کر برباد کرتے ہیں اور ظاد پڑھنے میں طرح طرح کی چالبازیاں کرتے ہیں کبھی حنفی بنتے ہیں، کبھی شافعی۔جاننا چاہیے کہ جو شخص حنفی مذہب کو چھوڑ کر شافعی مذہب اختیار کرے اس کو شریعت میں سو(100) دُرّے (Hunter) مارنے کا حکم ہے اسی طرح جو شخص ضاد عربیہ قرآن شریف میں پڑھنا چھوڑ کر نماز میں ز، د، فارسی یا ظاء معجم یا مائل بظاء یا ضاد، ظاء کے درمیان مستجنہ یا ضاد ضعیفہ (اصطلاح) جو کلام الناس ہے قصداً پڑھے

[59] (الشافیه فی علم التصریف لابن حاجب ،الادغام ،المتفرع المستهجن ، 401/1 ،المکتبة المکیه ،الطبعة الثانیه ،1435ھ/2014ء)

پڑھائے یا قرآن کو سُرُوُدْ (گانے) کی طرح بنائے تو ان سب صورتوں میں بسببِ تحریف و تبدیل کلامِ الٰہی کے اُس پر سو (100) دُرّے مارنے کا حکم دیا جائیگا کیونکہ کلامُ اللہ کو تحریف و تبدیل کرکے کلام الناس بنانا اللہ تعالیٰ کا قہر و سراسر کفر ہے۔ اور ایسے پڑھنے والوں کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور جو مقتدی جانتے ہیں کہ امام ضاد عربی کے نماز میں "زاد" فارسی یا ظاء معجمہ سے پڑھتا ہے اور اس کی قصداً غلط خوانی (پڑھنے) سے مثلِ گونگے شیطان کی طرح خاموش رہتے ہیں اور اپنی نمازوں کو نہیں دہراتے بلکہ اُس امام کے پیچھے قصداً تائیداً پڑھتے اور اپنی نمازوں کو برباد کرتے ہیں تو ایسے مقتدیوں کا بھی نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ چاہیے کہ قصداً اس غلط خوانی (پڑھنے) سے خود بھی باز آئیں اور ایسے امام ناکام کو الگ کردیں اور اپنا اپنا نکاح دوہرائیں اور اگر ایسا نہ کریں گے تو اس کا وَبال تمام مقتدیوں کی گردن پر ہوا کرے گا۔ جب امام قصداً صریحاً (جان بوجھ کر واضح) غلط پڑھتا ہے اور سب مقتدی جان بوجھ کر حق کہنے میں پس و پیش کرتے ہیں تو ان کے واسطے حدیث میں یہ تاکید آئی ہے۔

من سکت عن الحق فهو شیطان أخرس[60]

یعنی جو شخص اظہارِ حق سے چپ ہوا اور خاموش ہوا پس وہ حق پوش بڑا گونگا شیطان ہے۔

مسلمانوں کو لازم ہے کہ حتی الامکان راست گوئی (حق بات) و حق کلامی سے باز نہ رہیں کیونکہ حق پوشی (سچ چھپانے) سے اللہ تعالیٰ کا قہر ہوتا ہے جیسا کہ بھوت پلید شیطان شیر ہنڈار بھیڑیئے سے پناہ مانگتے ہیں اس سے بڑھ کر منافقین غیر عقیدہ لوگوں کی صحبت نحوست سے پناہ مانگنا چاہیے۔

ترا اژدھا گر بود یارِ غار	ازاں بہ منافق بود وغمگسار

یعنی اگر اژدہا تیرا یارِ غار ہو تیرے منافق دوست سے بہتر ہے۔

مثنوی شریف حضرت مولانا روم رحمۃ اللّٰہ علیہ

۱	دورشو از اختلاط یار بد	یار بد بدتر بود از مار بد
۲	مار بد تنہا ہمی برجان زند	یار بد برجان و بر ایمان زند
۳	صحبت صالح ترا صالح کند	صحبت طالح ترا طالح کند
۴	یار بد چوں رست درتو مہر او	ہاں ازوبگریزوکم کن گفتگو
۵	برکن ازبخیش کہ گربرسرزند	مرترا و مسجدت رابرکند
۶	گرگ اگربا تو نماید رہ بہی	ہاں مکن باورکہ ناید زوبہی
۷	می بلرزد عرش ازمدح شقی	بدگماں گردوزمدحش متقی
۸	ہم کہ بانا راستان ہمسنگ شد	درکمین اوفتادو عقلش ونگ شد
۹	برسر اغیارچوں شمشیرباش	ہاں مکن روباہ بازی شیرباش
۱۰	تاد غیرت ازتویاراننگسلند	زاندآں خاران عدوآں گل اند
۱۱	آتش اندرزن بگرگان چون سپند	زائکہ آں خاران عدو آں گل اند
۱۲	آں منافق باموافق درنماز	ازپئے استیزہ آمد درنماز
۱۳	گرنہ این نام اشتقاق دوزخست	پس چرادروے مذاق دوزخست
۱۴	رواشداء علی الکفارباش	خاک بردلداری اغیارباش

[60] (المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، باب الحث على إكرام الجار والضيف ولزوم الصمت، 20/2، الناشر: دار إحياء التراث العربي – بيروت الطبعة: الثانية، 1392ء)

ترجمہ:

(۱)بُرے دوست کی صحبت سے دور ہو کیونکہ بُرا دوست زہریلے سانپ سے بُرا ہے۔

(۲)سانپ تو صرف جان کا دشمن ہے بُرا دوست جان وایمان کا دشمن ہے۔

(۳)نیک کی صحبت نیک اور بُرے کی صحبت بُرا کرتی ہے۔

(۴)بُرے دوست سے جب دُوری مل جائے تو اس سے بھاگ اور اس کے ساتھ گفتگو چھوڑ دے۔

(۵)بُرے کی جڑ اُکھیڑ دے ورنہ تجھے اور تیری مسجد کو توڑ دے گا۔

(۶)بھیڑیا تیرے ساتھ جتنا نرمی کرے اس پر اعتماد مت کر کیونکہ اس سے بھلائی مشکل ہے۔

(۷)بُرے کی تعریف سے عرش کانپتا ہے متقی بھی تیرے بدگمان ہو جائیگا۔

(۸)جو بُرے کی سنگت میں آتا ہے وہ ہر طرح سے مار کھاتا ہے۔

(۹)اَغیار کے سرپر تلوار بن جا ان کے ساتھ نرمی نہ کر بلکہ بھیڑیا بن جا۔

(۱۰)تاکہ تجھ سے دور ہو جائیں کیونکہ کانٹے گل(پھول) کے دشمن ہیں۔

(۱۱)بھیڑیوں کو جلادے کیونکہ بھیڑے بکریوں کے دشمن ہیں۔

(۱۲)منافق نماز میں موافق ہوتا ہے لیکن اس کے ارادے بدُ ہوتے ہیں۔

(۱۳)اس کا نام دوزخ سے مشتق ہے اگر ویسا نہ ہوتا تو اس میں دوزخ کا مذاق نہ ہوتا۔

(۱۴)اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ[61](کفار پر زیادہ سخت)ہو جا اغیار کے سر پر مٹی پھینک۔

خاتمہ

سوال: ضاد وظاء کو مشابہت ہے اور مشابہت سے مراد اشتراک فی الصفات(صفات میں شریک ہونا)ہے اگر اسی اشتراک پر ضاد کو ظاء پڑھا جائے تو کیا حرج ہے؟

جواب: اگر مخالف کی بات تسلیم کرلی جائے کہ مشابہت سے مراد اشتراک فی الصفات(صفات میں شریک ہونا)ہے تو بھی مخالف کو کوئی فائدہ نہیں کیونکہ مخالف کا دعویٰ یہ ہے کہ ضاد کو صوت ظاء کے مشابہ پڑھا جائے اُسے فائدہ اس لئے نہیں کہ امام سیبویہ نے لکھا ہے:

لولا الإطباق في الصاد لكان سيناً، وفي الظاء كان ذالاً۔(کذافی رضی شرح شافیہ)[62]

یعنی اور یہی مضمون فن کی دوسری کتابوں میں بھی موجود ہے۔ثابت ہوا کہ ذال اور ظاء اطباق کے بغیر ایک ہی چیز ہیں۔

سوال: ظاء کی ظَائِیَتُ اور ذال کی ذَالِیَتُ ذاتی ہے یا صفاتی یعنی مخرج سے حاصل ہوتی ہے یا صفات ہے؟

---

[61] (الفتح:۲۹)

[62] (شرح شافية ابن الحاجب، صفات الحروف، 262/3، الناشر: دار الكتب العلمية بيروت–لبنان عام النشر: 1395 هـ 1975 ء)

جواب: شِقّ ثانی باطل ہے کیونکہ ذال کے تمام صفات عین (ذات) میں موجود ہیں۔اس کے باوجود عین (ذات) میں صوتِ ذالیت (ذال کی آواز) بالکل نہیں پائی جاتی۔اس سے واضح ہوا کہ ظائِیَتْ اور ذَالِیَتْ کا صوت ذاتی ہے صفاتی نہیں۔اسی لئے قُراء اور اہلِ لغت کے نزدیک ضاد کو بِاشُرَابِ صوتِ ظاء (ظاء کی آواز کی ملاوٹ کے ساتھ) کے پڑھنا ممنوع ہے۔اِمامُ القُراء محدث شافعی جزری قدس سرہ اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ

والضاد باستطاۂ ومخرج ومیز من الظاء وکلھا نجی [63]

اورقواعد القرآن فی علم القرأۃ میں لکھتے ہیں کہ ضاد را نیک رعایت کند تامشابه ظاء یا ذال وزاء نشود

یعنی ضاد کی اچھی طرح رعایت کریں تاکہ ظاء یا ذال یا زاء کے مشابہ نہ ہو جائے۔

اور رضی نے شافیہ شرح میں لکھا ہے کہ

قال السيرافي: إنها لغة قوم ليس في لغتهم ضاد، فإذا احتاجوا إلى التكلم بها في العربية اعْتَصَلَت عليهم، فربما أخرجوها ظاء، لإخراجهم إياها من طرف اللسان وأطراف الثنايا، وربما تكلفوا إخراجها من مخرج الضاد فلم يتأتَّ لهم فخرجت بين الضاد والظاء، [64]

یعنی سیرانی نے فرمایا کہ ضاد ضعیفہ (اصطلاح) ایسی قوم کی لغت ہے جس میں ضاد ہے ہی نہیں۔عربی میں انہیں اس کے بولنے کی ضرورت ہوتی ہے تو کبھی اسے ظاء پڑھتے ہیں اور کبھی تکلف سے ضاد اور ظاء کے درمیان پڑھتے ہیں۔

اور امام جاربردی شافیہ کی عبارت مخرج المتفرع ماتقدمت کی شرح میں لکھتے ہیں:

ھی الحروف الاصول وانما جعلنا ھا اصولا لا خلاصھا علیٰ ما بوجہ مخارجہ ویلحقھا حروف اخری متفرعة وانما کانت ھی متفرعة لانھا تلک ان من عن معتمد ھن متغیرت حروفھن۔ [65]

اور شیخ محمد بن طاہر کفایہ شرح شافیہ میں لکھتے ہیں: مخرج الحرف المتفرع واضح لانھا تحدث من اشراب بعض صوت غیرہ [66]

یعنی حرف متفرع کا مخرج واضح ہے کیونکہ وہ ایک حرف کو اس کے غیر سے بعض صوت کو ملادینے سے پیدا ہوتا ہے۔

جاراللہ زمخشری نے مفصل میں لکھا ہے کہ الضاد الضعيفة هي التي تقرب الذال والظاء

یعنی ضاد ضعیفہ (اصطلاح) وہ ہے جو ذال یا ظاء کے قریب ہے۔

سوال: بہت حروف ایک دوسرے کی جگہ پڑھے جاتے ہیں مثلاًق، ک اور تاء، طاء اور ص، سین وغیرہ وغیرہ ان میں تم کبھی نہیں جھگڑتے اور ضاد ظاء پر تکفیر تک نوبت پہنچ گئی۔

جواب: بارہا عرض کیا ہے کہ مخالفین عمداً ضاد کو ظاء پڑھتے ہیں اور دوسرے حروف میں مخرج کی ادائیگی میں غلطی ہے۔لیکن سمجھتے تو حرف کے وہی مخرج ہیں جو اصل ہیں اور ضاد ادانہ ہوسکتے ہیں مخالفین کے علماء اور ہمارے جُہلَاءِ دونوں برابر ہیں۔مگر فرق یہ ہے کہ ہمارے عوام نے معاذ اللہ تبدیلِ کلام و تَحرِیف

---

[63])منح الفكريه شرح مقدمة الجزريه، مطلب ادغام للمتجانسين، 38/1، شركة مكتبة ومطبعه مصطفى البانى مصر، الطبعة الاخيرة، 1367ھ/1948ء)

[64]) شرح شافية ابن الحاجب، مخارج الحروف الفرعية، 256/3، الناشر: دار الكتب العلمية بيروت–لبنان، عام النشر: 1395 ھ 1975ء)

[65]) (مجموعة الشافية من علمي الصرف والخط، ص338، بريستن يونيورستي، 1893ء)

[66]) (كفاية المفرطين للفتنى شرح الشافيه، مخارج الحروف الفرعية، 239/1، مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت، عام النشر 1421ھ/2000ء)

حرف مُنَزَّلْ مِنَ اللهِ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ حرف میں تبدیلی) کا قصد نہ کیا اور وہ یہی چاہتے ہیں کہ جو حرف اللہ عزوجل نے اُتارا ہے۔ وہی پڑھیں اُسی کا ارادہ کرتے اُسی کی نیت رکھتے اور اپنے زَعْم (گمان) میں یہی سمجھتے ہیں کہ یہ حرف جہاں تک ہم سے ادا ہو سکتا ہے اُسی کی یہی آواز ہے۔ مگر علمائے وہابیہ کو کہاں تاب (برداشت) کہ عجز و جہل کے طعنے سہیں دقتوں دشواریوں کی کشاکش میں رہیں۔

مذہبِ غیر مقلدین کی بِناء (بنیاد) ھی آرام پروری ھے: وہاں تو مذہب کی بِناء (بنیاد) ہی آرام پَرْوَرِی ہے۔ تراویح کی آٹھ، وِتر کی ایک رکعت میں قسمت سے انہیں اوروں کے قول مل گئے ورنہ مقصود وہی آرامِ نفس ہے۔

(۱) جاڑا (موسمِ سرما) لگتا ہے تیمم کرلو (۲) شہر سے باہر ہوا کھانے نکلو نماز قصر پڑھو (۳) اموالِ تجارت پر زکوۃ نہ دو (۴) دن نکلتے ہی نمازِ جمعہ پڑھلو جلتی دوپہر کی آفت کیوں سہوں (۵) سال دو سال تین سال شوہر کی خبر نہ آئے عورت کا نکاح کردو (۶) تین طلاقیں معاذیں بے حلالہ حلال سمجھو (۷) چھ چیزوں کے سوا سب میں سود کھانا روا (جائز) (۸) آدمی اور کتے کا غلیظ وغیرہ چھ چیزیں ناپاک، باقی خون، پیپ، مردار، شراب سب طاہر و پاک، غیر مقلد مونچھوں پر شراب، داڑھی پر کتے کا پیشاب، ماتھے پر پیپ، گالوں پر مرغی کی بیٹ مل کر نماز پڑھے قبولِ سرکار ہے۔ ادب دربار ہے کہ ہر طرف طہارتوں ہی کا اَنبار ہے دیکھو غیر مقلدوں کی کتابیں (فتح المغیث وطریقہ محمدیہ) (۹) رفع ضرورت کو زنا سے خود اپنی بیٹی (۱۰) رضاعی بھتیجی (۱۱) سوتیلی خالہ سب حلال (۱۲) بلکہ سگی پھوپھی کے لئے بھی یہی خیال (۱۳) پھر پھوپھی بھتیجی کو جمع کرلینا کیا محال (۱۴) انتہائے آرام طلبی یہ کہ وضو میں سر سے عمامہ اُٹھانا دُشوار اُوپر ہی سے مسح کرلو۔

مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ[67] فرمایا کرے تو تم بِعِمَامَتِكُمْ سے پگڑی بدلو۔

وہ تو مشکل یہ ہے کہ ہاتھوں کے لئے غسل کا حکم آیا ہے اور اُن کے دھونے سے آستینیں دھونا دشوار تر کہ پہنچے بھی بھیگے اور کپڑا بھی تر ورنہ انہیں ایدیکم کی جگہ آستینکم بنالینا بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔

(۱۵) یہاں ایک غیر مقلد صاحب کہا کرتے صاحبو! تہجد میں تم نے آپ دشواریاں لگالی ہیں۔ ہمارے تو جاڑے (سردی) میں جب آنکھ کھلی تکیہ پر ہاتھ مار کر منہ پر پھیر لئے اور چارپائی پر بیٹھے بیٹھے دو رکعتیں پڑھ لیں اور لحاف (چادر) میں دُبک (سمٹ) رہے۔ مسلمانو! لم تجدوا ماءً کے معنی سمجھے یعنی جب پلنگ پر رکھا ہوا گھڑا نہ ملے۔ فتیمموا صعیداً طیباً کا مطلب جانا یعنی تکیہ پر ہاتھ مار لو اگرچہ اُس پر نام کو بھی مٹی نہ غُبار، نہ تکیہ دار کو مرض، نہ آزار ولا حول ولا قوۃ الا باللہ الواحد القھار۔ غیر مقلدوں کے مذہب میں اس قسم کی سینکڑوں مثالیں ہیں۔ چند ایک فقیر نے (غیر مقلدوں کے رد میں) کتاب شُتُرِ بے مہار میں لکھی ہیں۔

جب غیر مقلدین آرام طلب ہیں تو وہ "ض" کی سختیاں دیکھ کر گویا کہتا ہے۔

؎ وہ سر ہی ہم نہیں رکھتے جسے سودا ہو ساماں کا

آرام و آسائش کی بناء پر کہتے ہیں۔ سیدھی سادھی "ظ" پڑھو خدا مغضوب فرمائے تم مغظوب گھڑو۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں کہ فقیر نے خود بعض مفتیانِ مجہول کا فتوے دیکھا جس کے آخر میں صراحۃً لکھا حاصل یہ کہ جس شخص سے مخرج ضاد کا نہ آئے وہ ظا پڑھے۔ والحق والصواب[68]

تو مسلمانوں کو چاہیے کہ بہت جلد اس کے عامل ہوں یعنی "ض" کو چھوڑ کر "ظ" پڑھنے لگے اسی کا نام قصدی تبدیل ہے یہی کلام جلیل ہے۔

---

67) (المائدۃ:۶) **ترجمہ:** اور سروں کا مسح کرو

68) (فتاوی رضویہ، کتاب الصلاۃ، باب القرآۃ، ج6، ص316 تا 317، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور، 1415ھ/1994ء)

غیر مقلدین کا اصلی مقصد: یہ جوابات اس تقریر کے تھے کہ ضاد کو ظاء پڑھنے کی وجہ کیا ہے۔

ایک وجہ تو ہم نے عرض کردی دوسری تقریر دوسرے سوال کے جواب کی یوں ہوگی کہ غیر مقلدین کا ضاد کو ظاء پڑھنا عمداً (جان بوجھ کر) ہوتا ہے وہ صرف اس لئے کہ ان کا اصلی مقصد ہے اُمت کے شیرازہ کو مُنتشِر (جدا جدا) کرنا، تفرقہ بازی، لڑائی جھگڑا، خلاف در اختلاف برپا کریں تاکہ انگلیاں اُٹھیں اور پانچوں سواروں میں میں ان کا نام مشہور ہوا۔ چنانچہ فقیر کے رسالہ ''هداية السالكين فى توضيح غنية الطالبين'' میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ صاد، سین وغیرہ کے التباس میں نہیں جھگڑتے کیونکہ اس اختلاف سے ان کا مقصد حل نہیں ہوتا اور ضاد کا جھگڑا برپا کرنے پر عوام کو اُکسانا مطلوب ہے۔

سوال: ضاد کو ظاء پڑھنے والوں کو تم نے وہابی گردانا ہے حالانکہ وہ تو تجوید کے فن کا عذر کرتے ہیں؟

جواب: تجوید کا تو محض عذر ہے ہاں ضاد کو ظاء پڑھنے سے ان کی اصلی غرض یہی ہے کہ عوام کی نظروں میں آجائیں اسی لئے کہ اُنہوں نے اپنے مذہب کی علامت بتائی۔ چنانچہ شرح فقہ اکبر صفحہ ۷۶ میں ہے:

سئل ابو حنيفة رحمه الله عليه عن مذهب اهل السنت والجماعت فقال ان تفضل الشيخين اى ابا بكر و عمر رضى الله عنهما و تحب الختنين اى عثمان و عليا رضى الله عنهما و ترى المسح على الخفين و تصلى خلف كل بر و فاجر

یعنی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مذہبِ اہلِ سنت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ شیخین یعنی ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو فضیلت دو اور حضور ﷺ کے دو دامادوں یعنی عثمان اور علی رضی اللہ عنہما سے محبت کرو اور موزوں پر مسح کے جواز کا اعتقاد رکھو اور ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھو۔[69]

منیۃ المصلی صفحہ ۸۶ مطبوعہ لاہور باب زلۃ القاری میں ہے کہ چنانچہ ملاحظہ ہو کہ

وذكر فى الذخيرة اذا لم يكن بين الحرفين اتحاد فى المخرج ولا قرب الا انه فيه بلوى عامة نحو ان ياتى بالذال مكان الضاد او ياتى بالزاى المحض مكان الزال او الظاء مكان الضاد لا تفسد عند بعض المشائخ رمينة المصلى

یعنی ذخیرہ میں میں ہے کہ دو حرفوں میں نہ تو اتحاد فی المخرج ہے نہ قرب ہو مگر اس میں بلوی عامہ ہو مثلاً ضاد کی جگہ ذال یا ذال کی زائے محض کو یا ضاد کی جگہ ظاء کہئے تو بعض مشائخ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی۔

جواب: یہ مخالفین کی عام عادت ہے کہ دھوکہ دہی کی بناء پر ادھوری عبارتیں لکھتے ہیں۔ حالانکہ اس منیہ میں اسی جگہ پر ہے کہ

اما اذا قرأ مكان الذال ظاء او مكان الضاد ظاء او على القلب تفسد صلواة وعليها كثر الائمة۔ (منیۃ المصلی صفحہ ۸۶)[70]

یعنی اسی پر اکثر ائمہ کا اعتماد ہے۔ بہر حال جب ذال کی ظاء یا ضاد کی جگہ ظاء پڑھا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور اسی پر اکثر ائمہ کا اعتماد ہے۔

توضیح مزید: ہم یہاں پر ایک توضیح موزوں سمجھتے ہیں تاکہ فقہاء کرام کی عبارات سے مخالفین عوامِ اہلِ سنت کو پریشان نہ کر سکیں۔ وہ یہ کہ فقہاء کرام کی عبارات تین طرح ہیں۔

(۱) امام فُضَلی نے جان بوجھ کر ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے کو کفر قرار دیا۔

---

69) (منح الروض الازهر فى شرح الفقه الاكبر ، افضل الناس بعده عليه الصلاة والسلام الخلفاء الاربعة على ترتيب خلافتهم ، 228/1، مطبوعه دار البشائر الاسلاميه، الطبعة الثانية، 1430ھ/2009ء)

70) (منية المصلى مع غنية المتملى ، كتاب الصلاة ، باب زلة القارى ، ج 1 ، ص 477 الى 478 ، مطبوعه مكتبه رشيديه لاهور)

(۲)اکثر ائمہ نے فساد صلواۃ کا سبب قرار دیا۔

(۳)بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس طرح پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ان اقوال کے سمجھنے سے پہلے یاد رکھیں کہ قرآن الفاظ اور معانی دونوں کے مجموعہ کا نام ہے جیسا کہ کُتبِ اُصول میں مرقوم ہے: وهو اسم للنظم والمعنی جمیعا۔(نورالانوار صفحہ ۹، حسامی صفحہ ۲)[71]

یعنی قرآن لفظ اور معنی دونوں کا نام ہے۔

پس جس شخص نے قرآن کے ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل دیا اس صورت میں دو احتمال ہیں۔

(۱)اس تبدیل شدہ لفظ کی نظیر قرآن میں موجود ہو گی اور معنی بھی مناسب ہو گا۔

(۲)اس کی نظیر قرآن میں نہ ہو گی۔

شِقِ اول میں لفظ نہ بدلا اور نماز فاسد نہ ہو گی جیسے کوئی شخص لیغیظ کی ظاء کو ضاد سے بدل کر لیغیض پڑھے کیونکہ لیغیض کی نظیر غیض الماء قرآن میں موجود ہے اور معنی بھی مناسب ہے کیونکہ غیض کا معنی ہے کم ہونا پس لیغیظ بھم الکفار کا معنی ہے، ''تاکہ کفار کو کم کردے''۔[72]

اور ان کا تناسب ظاہر کرے اور شق ثانی میں یعنی حرف بدل گیا ہو اور اُس کی نظیر قرآن کریم میں موجود نہ ہو۔پس لفظ تو بہر حال مُغَیَّرْ (تبدیل) ہو گیا اور معنی کے اعتبار سے تین احتمال ہیں۔

(۱)لفظ بدل دینے کے بعد بھی اصل معنی برقرار رہا جیسے کوئی شخص لیغیظ میں ظاء کی جگہ ذال پڑھے کیونکہ دونوں کا ایک معنی ہے۔ قاموس میں المغتاذ المغتاظ پس اس صورت میں صرف لفظ بدلا ہے معنی نہیں بدلا لہٰذا نماز فاسد نہ ہو گی۔

(۲)اگر اصل معنی باقی نہ رہا تو(الف) تبدیلی کے بعد لفظ مہمل رہ جائیگا کہ اس کا کوئی معنی نہ ہو جیسے مغضوب میں کوئی ضاد کی جگہ ظاء پڑھے کیونکہ اس لفظ کا کوئی معنی نہیں۔غنیۃ المستملی میں ہے غظب الظاء لیس له معنی اور(ب)اس لفظ کا معنی تو ہو گا مگر یہ معنی لفظ قرآن کے خلاف اور اس کا مُغَیِّرْ (بدلنے والا) ہو گا جیسے کوئی شخص تَلَذَّ کی ذال کو ظاء سے بدل کر ''تلظ ''پڑھے کیونکہ تَلَذَّ لَذَّتُ سے ماخوذ ہے اور تلظ کا معنی لزوم اور اِلحاح (عاجزی) ہے۔(کذافی شرح المنیۃ صفحہ ۴۴۹)[73]

پس آخری دو صورتوں میں بھی جس نے مغضوب کی جگہ مغظوب پڑھا یا تلذ کی جگہ تلظ پڑھا۔

قرآن کا لفظ اور معنی دونوں بدل گئے اور قرآن چونکہ لفظ اور معنی دونوں سے عبارت ہے۔پس یہ وہ الفاظ نہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا تھا اور جنہیں جبرئیل امین نے حضور ﷺ پر اور حضور ﷺ نے صحابہ پر پڑھا پھر غیرِ قرآنی الفاظ کو پڑھنے والا تین حال سے خالی نہیں۔

(۱)وہ عمداً غیرِ قرآن کو قرآن سمجھ کر پڑھتا ہے اور یہ کفر خالص ہے اور من افتری علی اللّٰہ کذبا(جس نے اللہ تعالی پر جھوٹ باندھا) کے تحت داخل ہے۔پس جن فقہاء نے ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے کو کفر قرار دیا وہ اسی شق پر محمول ہے۔

(۲)وہ غیرِ قرآن کو غیرِ قرآن سمجھتا ہے لیکن عمداً نماز میں غیرِ قرآنی کلمات یعنی کلام الناس کو داخل کرتا ہے پس اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔[74]

---

71) (نور الانوار شرح المنار، مقدمه، مبحث الکتاب، تقسیم وجوہ النظم، 25/1، مطبوعه الکمتبة البشری، عام النشر 1433ھ/2011ء)

72) (فتاوی رضویہ، کتاب الصلاۃ، باب القرآۃ، 295/6، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور، 1415ھ/1994ء)

73) (منیة المصلی مع غنیة المتملی، کتاب الصلاۃ، باب زلة القاری، 477/1، مطبوعه مکتبه رشیدیه لاهور)

74) (فتاوی رضویہ، کتاب الصلاۃ، باب القرآۃ، ج6، ص305 الی 306، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور، 1415ھ/1994ء)

«إن هذه الصلاة لا يصلح فيها شيء من كلام الناس۔»[75]

یعنی تحقیق ہماری یہ نمازیں دنیاوی کلام کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

اور اکثر ائمہ کرام جنہوں نے ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے کو فساد و صلواۃ کا سبب قرار دیا اسی تقدیر پر محمول ہے۔

(۳) وہ انتہائی کوشش اور غایۃ اجتہاد سے اپنے خیال میں لفظ کو اس کے مخرج سے ادا کرتا ہے لیکن ادائیگی دوسرے لفظ کے مخرج یا اس کے مشابہ کی صورت میں ہوتی ہے۔ پس اس صورت میں عُمومِ بلوی (کسی امر کے عام ہونے) کی وجہ سے نماز فاسد نہ ہوگی ان کا قول اسی صورت پر محمول ہے باقی ابحاث ''الجام الصاد'' میں دیکھیے۔[76]

سوال: ایک ہی فعل کفر، پھر وہی مکروہ یہ الٹی منطق سمجھ نہیں آتی۔

جواب: نیت پر دار و مدار ہے اگر غلطی کو غلطی سمجھ کر پڑھتا ہے تو کافر ہے۔ اگر سہواً یا خطاً غلطی کرتا ہے تو کافر نہیں جیسے تکبیر تحریمہ میں ''اللہ اکبر'' کے اللہ سے پہلے مد بڑھانا۔ اگر عمداً بڑھاتا ہے اور اس سے مراد اللہ کے بڑے ہونے پر شک رکھتا ہے کافر ہے اس قسم کی فقہ میں ایک دو نہیں سینکڑوں مثالیں ہیں۔ ضاد کو ظاء اس ارادہ پر پڑھتا ہے کہ ضاد کوئی حرف دیگر نہیں بلکہ وہ ظاد ہے اور "د" سے ظاہر ہے کہ "ظاد" عجمی لفظ ہے جیسے ہمارے روزمرہ کے الفاظ فیض، ضرورت، حوض، ضرر، وضو وغیرہ وغیرہ اور پہلے عرض کیا گیا ہے کہ عجمی الفاظ عمداً قرآن میں ملانا کفر ہے اور خطاءً و سہواً مکروہ ہے۔ اسی لئے ہم نے شریعتِ مطہرہ کا احسان مانا کہ اس نے سہولتیں بخشیں کہ مشتبہ الصوت الفاظ ایک دوسرے کے بجائے پڑھنے سے نہ نماز فاسد ہوتی ہے نہ کفر لازم آتا ہے۔ ورنہ اکثر قرآن پڑھنے والے د، ع، س، ص، ق، ک، ح، ھ کے فرق نہ کرنے پر مجرم گردانے جاتے وغیرہ وغیرہ۔

سوال: مولوی عبدالحئی لکھنوی تمہارا حنفی بھائی ہے وہ بھی ضاد کو ظاء وغیرہ پڑھنا جائز کہتا ہے اس کے باوجود تم نہیں مان رہے؟

جواب ۱: ہم نے درجنوں ائمہ، احناف اور متعدد ائمہ تجوید کے اقوال پیش کئے وہ تمہارے لئے کیوں قبول نہیں۔

جواب ۲: تم حدیث کی تقلید کا دعویٰ کر کے ہمارے احناف کے قول کا سہارا کیوں تلاش کر رہے ہو۔

جواب ۳: جس مولوی عبدالحئی لکھنوی کا فتاویٰ پیش کرتے ہیں وہ صحیح نہیں کیونکہ اس میں شیعوں، غیر مقلدوں، نیچریوں، ہندوؤں کی بہت بڑی رعایت رکھی گئی ہے اور بہت سی باتیں اہلِ سنت و جماعت حنفی المذہب کے خلاف فتاویٰ میں مُندرَج ہیں اور ہمارے علماء نے اُن کے غلط فتوؤں کی اچھی طرح سے تردید کر دی ہے جو لوگ نہیں جانتے ہیں وہ ان کی کتاب کا حوالہ دیتے ہیں اور جو جانتے ہیں تو ان کے فتاویٰ اور ان کی تالیفات کے حوالے کو مطلق نہیں مانتے۔

جواب ۴: یہ مغالطہ ہے کیونکہ مولوی عبدالحئی غیر مقلدوں کی بہت بڑی تائید کرتے تھے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے۔ تمام علمائے ہند پر ظاہر ہے اور اب بھی ان کا فتاویٰ موجود ہے غور کرنے سے بخوبی تمام کل حال معلوم ہو جائیگا جو کہ در حقیقت مجموعۃ الخطاویٰ ہے۔ ہم اس سے بہت پرہیز کرتے اور ان کے حوالے کو نہیں مانتے۔ اکثر غیر مقلدین مولوی عبدالحئی کا حوالہ دے کر سنیوں کو قائل کرتے ہیں اس سے بیچارے عوام دھوکے میں آجاتے ہیں۔ مولوی عبدالحئی لکھنوی کے فتاویٰ سے بہت بڑا فساد ہندوستان میں پڑا اس سے اہل سنت کو ہوشیار رہنا چاہیے۔ یاد رہے کہ وہ اہل سنت کے علماء سے ہر گز نہیں ان کی عقائد کی خرابیاں دیکھنا منظور ہو تو تنبیہ الجھلہ و تنبیہ الاشرار و ارغام الجاہل وجدع الغدار وتحفہ حنفیہ وفتویٰ العلما تبعظیم آثار العظما وغیرہ

---

[75] (الصحيح المسلم، كتاب الصلاة، باب تحريم الكلام فيا الصلاة، 381/1، الحديث، 537، الناشر: دار إحياء التراث العربي – بيروت)

[76] (فتاویٰ رضویہ، کتاب الصلاۃ، باب القرآۃ، 321/6، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور، 1415ھ/1994ء)

کتابوں کو دیکھیں جو خاص اسی عبد کی وغیرہ کے اغلاط کی نشاندہی میں لکھی گئی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ مولوی عبدالحئی کے فتاویٰ (جو خلاف عقائد اہل سنت و جماعت کے ہیں) کو نادانستگی کی وجہ سے اقوالِ باطلہ کو مثلِ کلامِ اہل سنت و جماعت کا عالم سمجھ کر اُن کے باطل مسائل و خلافِ فتوؤں پر بسبب شہرت کے اکثر لوگ بہکے اور دھوکہ کھا کر عمل کرنے لگے۔ اُسی فتاویٰ میں ظاد کا پڑھنا تائید میں شیعوں غیر مقلدوں کے مُنْدَرَج (لکھا ہوا) ہے حالانکہ اُن کے اکثر فتویٰ اجماعِ اہلِ سنت کے برخلاف پائے گئے۔ مولوی عبدالحئی نے مولود شریف کبھی نہیں کیا اور لکھنؤ میں برابر اُن کے پیچھے لوگ آمین رفع یدین کرتے تھے!! اگرچہ مولوی صاحب نے غیر مقلدین کے رد میں کافی رسائل بھی لکھے ہیں لیکن بہت سے مسائل میں اُن کے مُؤَیِّدْ (مددگار) بھی رہے۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود کثیر التصانیف اور ایک سنی عالم کے صاحبزادہ ہونے کے نہ اہل سنت میں مقبول ہوئے نہ دیوبندیوں اور وہابیوں میں۔ حالانکہ ان کے تلامذہ کی کثرت اور تصانیف کی دفترت سے ان کا حق تھا کہ وہ چودھویں صدی کے مجدد ہوتے۔ لیکن اس صدی کی تجدید اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے نام نامزد ہو گئی اور یہ بیچارے اپنی دوغلی پالیسی کی وجہ سے محروم رہے۔

سوال: چونکہ ضاد کو صحیح پڑھنا عوام کے بس سے باہر ہے فلہذا بقانونِ عمومِ البلوی (قانون) اگر اسے ظاء پڑھا جائے تو کون سا حرج ہے؟

جواب: یہ بھی محض عذر برائے عذر ہے ورنہ ضاد کا مخرج اتنا مشکل نہیں جیسے مخالفین نے مشہور کر رکھا ہے جیسا کہ ہم نے حروف کے مخارج کی بحث میں لکھا ہے اور وہی مخرج ضاد عُمومِ بَلوٰی کے حکم میں شامل ہو سکتا ہے۔ فقیر نے سلب الطفوی فی عموم البلوی میں عموم البلوی کی صورتیں لکھی ہیں۔ ان سے واضح ہوتا ہے کہ ضاد میں عموم البلوی ہے نہیں ضاد کے متعلق مزید اَبحاثِ عجیبہ و فوائد غریبہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے رسالہ جات "نعم الزاد اور الجام الصاد" میں ہیں۔

سوال: اگر ضاد ظاء کے مخرج سے خارج ہے تو پھر تم کیوں وضو، ضرورت، حوض، حاضری، حضور، فیض، فیوض بولتے ہو؟

جواب: پہلے سے عرض کیا گیا ہے کہ یہ ضاد عجمی ہے جس سے ظاء کا شک پڑتا ہے اور قرآن مجید میں عجمی لفظ ملانا کفر ہے۔ ہم اپنی عجمیت میں ضاد کو ظاء پڑھتے ہیں لیکن تلاوت قرآن میں ضاد کا اصلی مخرج ادا کرتے ہیں یہ ایسے ہے جیسے آج کل عرب قاف کو گاف بولتے ہیں جیسے مؤقف کو موگف اور قل، اقول قول کو گل، اقول کو اگول، گول بولتے ہیں یا ثاء کو تاء کہتے ہیں مثلاً ثلاثہ کو تلاتہ اور ثلاجہ کو تلاجہ، ثلاثین کو تلاتین وغیرہ وغیرہ۔ لیکن جب قرآن مجید تلاوت کرتے ہیں تو اسی طرح کا اصلی قاف اور اصلی ثاء صاف کر کے پڑھتے ہیں۔

بہر حال عجمیت کو عربیت میں گھسیٹنا کفر ہے اور نماز بھی باطل ہے اسی لئے ایسی حرکت سے بچنا لازمی ہے اور ضروری ہے کہ اگر کوئی بضد ہے تو ہمارا کام تھا دلائل قائم کرنا وہ پیش کر دیئے کوئی نہیں مانتا تو اُسے خدا سمجھے۔

وماعلینا الا البلاغ

فصلی اللہ علی سیدنا وحبیبنا ومولانا محمد مصطفی واصحابہ وآلہ اجمعین

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاولپور۔ پاکستان